جماعت احمدیہ کے خلاف احراریوں کا فتنہ اور بعض سرکاری افسروں کا غیر منصفانہ رویہ

(فرمودہ ۲۔نومبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

گزشتہ دنوں مجھے انفلوئنزا کی شکایت رہی ہے اور پرسوں اور کل تک تو بخار کی شکایت اور شدید نزلہ اور کھانسی کی تکلیف تھی آج گو مجھے بخار معلوم نہیں ہوتا لیکن پھر بھی کھانسی اور نزلہ کی شکایت ہے جس کی وجہ سے نہ تو میں اونچا بول سکتا ہوں اور نہ ہی زیادہ دیر تک بول سکتا ہوں۔ بالکل ممکن تھا کہ میری بیماری ہی اس بات پر مجھے مجبور کرتی کہ مَیں اپنے خطبہ کے بعض اہم حصوں کو آئندہ کیلئے ملتوی کرؤوں لیکن اس دوران میں بعض ایسے دوستوں نے کہ جنہیں ہم سے بھی تعلق ہے اور حکومت سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات ہیں، تحریک کی ہے کہ اس وقت تک میں اپنے خاص اعلان کو ملتوی رکھوں جب تک کہ ان غلط فہمیوں کو دُور کرنے کی کوشش نہ کرلی جائے جو حکومت کے بعض لوگوں اور ہم میں پیدا ہوگئی ہیں۔ اگر ہمیں کچھ غلط فہمی ہوئی ہو تو ہم تو ایک مذہبی جماعت ہیں ہمارا ہمیشہ یہ طریق رہا ہے کہ ہم کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیتے ہیں اس لئے ان دوستوں کو میں یہ یقین دلاسکتا ہوں کہ اگر ہماری کسی بات میں غلطی یا غلط فہمی ثابت ہو تو ہم اس کے متعلق ہر وقت سزا لینے کیلئے تیار ہیں اور معافی مانگنے کیلئے بھی۔ معاملہ صرف حکومت کا ہے کہ آیا وُہ بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنے کو تیار ہے یا نہیں۔ اگر ثابت ہوجائے کہ حکومت سے غلطی ہوئی ہے اور وُہ اپنی

اس غلطی کا اعتراف کرلے تو ہمارا شکوہ دور ہوسکتا ہے۔ مومن کبھی کینہ توز نہیں ہوتا اور نہ وہ غصہ اپنے دل میں رکھتا ہے بلکہ وہ بنی نوع انسان کی اصلاح چاہتا ہے اور یوں بھی اگر ہمارے مدنظر اصلاح نہ ہو تو ہمیں اس سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی غلطی کا اقرار کرلے۔ ہم صرف اس لئے یہ سوال اٹھانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ اٹھائی جائے تو ہمارے لئے آئندہ بہت سی مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں اور ملک کے امن کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ورنہ حکومت نے جو کچھ ہمیں کہا ہے وہ ان گالیوں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے جو روزانہ ہم مخالفین کے منہ سے سنتے رہتے ہیں۔ حکومت کی یہی غلطی ہے کہ اس نے ایک دوسرے کا فعل میری طرف منسوب کردیا۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہم روزانہ غیراحمدیوں' سکھوں اور ہندوؤں سے سنتے ہیں کہ اگر کوئی احمدی نماز نہیں پڑھتا تو وہ کہتے ہیں یہ نبی کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ نمازیں نہیں پڑھتے۔ وہ ایک شخص کے فعل کو ساری جماعت کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص درشت کلامی سے پیش آتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ نبی کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کی زبانیں صاف نہیں۔ وہ فوراً ایک شخص کے فعل کو تمام جماعت کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ اس طرح ذرا کسی احمدی کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو غلط ہو تو چاہے نادانستہ طور پر ہی اس سے یہ فعل سرزد ہوا ہو' تب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹے ہیں ان کا پیر بھی جھوٹا تھا۔

پس اس معاملہ میں گورنمنٹ انگریزی کا فعل کوئی نیا فعل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک ناظر کا فعل اس نے میری طرف منسوب کردیا مگر ان گالیوں کے مقابلہ میں جو ہم روزانہ سنتے ہیں' اس چیز کی کچھ بھی ہستی نہیں۔ اس سے ہزاروں گنا زیادہ گالیاں سن کر اور اس سے لاکھوں گنا زیادہ سخت الفاظ سن کر ہم انہیں برداشت کرتے ہیں پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم گورنمنٹ کی اس غلطی کو برداشت نہیں کرسکتے؟ اس کی وجہ وہی ہے جسے پہلے بھی میں نے بیان کیا کہ گورنمنٹ کا اس طرح نوٹس دینا جس میں سِول ڈِس اوبیڈینس (CIVIL DIS OBEDIANCE) کا الزام ہم پر لگایا گیا ہو' کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ ہماری جماعت وہ جماعت ہے جسے شروع سے ہی لوگ یہ کہتے چلے آئے کہ یہ خوشامدی اور گورنمنٹ کی پٹھو ہے' بعض لوگ ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے جاسوس ہیں'

پنجابی محاورہ کے مطابق ہمیں جھولی چُک اور نئے "زمینداری" محاورہ کے مطابق ہمیں ٹوڈی کہا جاتا ہے- پھر کونسا زمانہ ہم پر ایسا نہیں گزرا جب ہم پر یہ الزام بھی نہ لگایا گیا ہو کہ ہم گورنمنٹ کے باغی ہیں- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس وقت دعویٰ کیا' اسی وقت سے مکفّر مولویوں نے اور خصوصیت سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے گورنمنٹ کو یہ کہنا شروع کیا کہ ان لوگوں کی تعریفوں پر نہ جائیے' یہ حکومت کے خیر خواہ نہیں بلکہ باغی ہیں اور آج نہیں تو کل تلوار لے کر حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں گے-پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایام سے ہی ہمیں لوگ یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے باغی ہیں اور اب قادیان اور امرتسر میں احراریوں نے جو تقریریں کی ہیں' ان میں بھی انہوں نے یہی بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کی چکنی چُپڑی باتوں پر نہ جائیے یہ دراصل گورنمنٹ کے مخالف ہیں- پھر اخبار "زمیندار" کے فائل اٹھا کر دیکھ لو' ان میں بھی حکومت کے متعلق یہی لکھا ہوتا ہے کہ یہ تمہارے دوست کہاں کے ہیں' یہ تو درپردہ مخالف ہیں-

پس گورنمنٹ نے اگر آج ہمیں یہ کہہ دیا کہ ہم باغی ہیں تو اس نے کونسا ہمیں نیا خطاب دے دیا جس پر ہمیں غصہ آئے- دراصل ان اعتراضات کی وجہ سے ہمیں رنج نہیں بلکہ ہمیں رنج دو وجہ سے ہے- ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم نے گورنمنٹ کے ساتھ دوستی کی' ظاہر وباطن دوستی کی مگر گورنمنٹ نے اس کے صلہ میں بغیر تحقیق کئے ہم پر خطرناک الزام لگادیا- پس ہمارے غصہ کی مثال بالکل وہی ہے جو منصور کی تھی- کہاجاتا ہے کہ جب انہیں دار پر لٹکایاگیا توان پرلوگوں نے پتھر مارنے شروع کردیئے مگر وہ ہنستے جاتے اور کسی کا پتھر لگنے پر کوئی رنج محسوس نہ کرتے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہیں جس قدر تکلیف پہنچ رہی ہے' سب خداتعالیٰ کی خاطر ہے-اس موقع پر شبلی علیہ الرحمۃ نے جوایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں' اپنی محبت جتلانے کے لئے ایک گلاب کاپھول اٹھایااور منصور کی طرف پھینکا اس پھول کا لگنا تھا کہ منصور رو پڑے- شبلیؒ نے پوچھا پتھروں سے تو آپ نے کوئی تکلیف محسوس نہ کی مگر ایک پھول کے لگنے پر آپ روپڑے- اس کی کیاوجہ ہے؟ انہوں نے کہا میں ان پتھروں سے خوش تھا کیونکہ یہ پتھر پھینکنے والے نابینا تھے- مگراے شبلیؒ! تم تو میرے دوست تھے اور تم مجھے خوب جانتے تھے تمہارے پھول نے مجھے ان پتھروں سے زیادہ تکلیف دی ہے[۱]- اسی طرح ہم نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی' ہم ہمیشہ یہ فخر کرتے رہے کہ ہم

ملک معظم کی وفادار رعایا ہیں، کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جو میرے نام یا میری جماعت کے سیکرٹریوں یا افرادِ جماعت کے نام ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی، اسی طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہونگے، ان لوگوں کے تمغوں کے جنہوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کے لئے فدا کیں- یہ اتنے ٹوکرے ہیں کہ ایک افسر کے وزن سے بھی ان کا وزن زیادہ ہے مگر ان تمام خدمات کے بعد، اس تمام ادعائے وفاداری کے بعد اور اس تمام ثبوتِ وفاداری کے بعد گورنمنٹ نے بلا وجہ اور بغیر کسی حق کے، بغیر اس کے کہ وہ انصاف اور عدل کے ماتحت فیصلہ کرتی، اندھا دھند اپنا قلم اٹھایا اور ہمیں باغی اور سلطنت کا تختہ اُلٹ دینے والا اور سول ڈس اوبیڈینس کا مرتکب قرار دے دیا- پس ہمیں شکوہ ہے کہ وہ حکومت جو آج سے تین ماہ پہلے یہ کہا کرتی تھی کہ ہم ہندوستان کی بہترین وفادار جماعتوں میں سے ایک جماعت ہیں، اس نے ہم پر اس جرم کا الزام لگایا ہے جس جرم کا مقابلہ ہم ہمیشہ سے کرتے چلے آئے-

پس ہمیں گورنمنٹ کے اس فعل پر شکوہ ہے اس لئے کہ وُہ اس بادشاہ کے نمائندوں کی طرف سے ہے جس کی وفاداری پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ فخر کیا، جس کی حکومت میں رہنے پر آپ نے فخر کیا اور جس حکومت کی وفاداری پر ہم آج تک فخر کرتے چلے آئے، اس کے ہوتے ہوئے آج ہم کس طرح کانگرسیوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ عدل و انصاف کو قائم رکھتی ہے- اس نے ہماری زبان بندی کی صرف چوبیس اکتوبر تک نہیں بلکہ جب تک یہ حکم موجود ہے اس وقت تک گورنمنٹ کی تعریف ہمارے دل نہیں کرسکتے کیونکہ گورنمنٹ نے ناجائز اور ظلماً ایک قانون کا ہم پر استعمال کیا- بالکل ممکن ہے ہزایکسی لینسی گورنر کو اس کی اطلاع نہ ہو، بالکل ممکن ہے گورنمنٹ کے بعض اور ذمہ دار عہدہ داروں کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، بالکل ممکن ہے کہ یہ صرف ایک ہی افسر کی کارروائی ہو مگر چونکہ گورنمنٹ کے نام پر یہ کام کیا گیا ہے، اس لئے ہمیں شکوہ ہے کہ ہم پر وُہ ظلم کیا گیا جس کے ہم مستحق نہیں تھے- پھر اس حکومت کی طرف سے اور اس بادشاہ کے نمائندوں کی طرف سے یہ سلوک کیا گیا جس کی رعایا ہونے پر ہم ہمیشہ فخر کرتے رہے- پس ہماری مثال بالکل منصور کی طرح ہے اور گورنمنٹ کی شبلی کی طرح- مگر یہ صرف مثال ہی ہے ورنہ گورنمنٹ نہ شبلی کی طرح عارف ہے اور نہ ہمیں منصور کی طرح دار پر کھینچا گیا ہے یہ صرف

دوست کی طرف سے تکلیف پہنچنے کی ایک مثال ہے۔ پھر دُوسری وجہ ہمارے شکوہ کی یہ ہے کہ گورنمنٹ نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا ہے جس پر چلنے سے فساد برپا ہوتا اور ملک کا امن برباد ہوتا ہے۔ اگر پُرامن شہریوں' وفادار رعایا اور خدمت گزار باشندگانِ ملک کو اس طرح ڈس اوبیڈینس کا مرتکب قرار دیا جائے' اگر جائز کاموں کیلئے اپنے مقدس مقامات کی طرف آنے والوں کے راستہ میں اس طرح رُکاوٹ ڈالی جائے تو بتلاؤ اس ملک میں رہنے سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ پس اگر ہم اس کا ازالہ نہ کریں تو ہمیں خطرہ ہے کہ یہ فتنہ بڑھتا چلا جائے گا اور وُہ دلیل جس سے ہم کانگرسیوں کو قائل کیا کرتے تھے باطل ہوجائے گی۔ ہم ہمیشہ کانگرسیوں سے یہ کہا کرتے کہ گورنمنٹ قانون کی پابندی کرتی اور انصاف کو قائم رکھتی ہے مگر اس واقعہ کو سن کر کون شخص ہے جو یہ کہہ سکے کہ گورنمنٹ نے قانون کی پابندی کی۔ میں اس بات پر تیار ہوں کہ ایک انگریز جج کو مقرر کیا جائے اور اس کے سامنے ان تمام واقعات کو رکھا جائے پھر اگر وُہ ان تمام واقعات پر غور کرکے کہہ دے کہ اس میں ہماری غلطی ہے تو ہم اسے تسلیم کرلیں گے اور اگر وُہ یہ کہہ دے کہ اس میں گورنمنٹ کی غلطی ہے تو ہمیں یہ امید کرنے کا حق ہے کہ گورنمنٹ بھی یہ کہے کہ اس سے غلطی ہوئی۔ ہم کانگرسیوں کی طرح یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ ایک آزاد کمیشن مقرر کیا جائے جس میں گورنمنٹ کا کوئی افسر شامل نہ ہو' نہ ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسا کمیشن مقرر کیا جائے جس میں آدھے احمدی اور آدھے انگریز آفیسرز ہوں' نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی ایسا کمیشن مقرر ہو جو ہماری رائے پر مقرر ہو بلکہ میں یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں کہ اگر ایک انگریز جج مقرر کردیا جائے تو ہم اپنا ریکارڈ اس کے سامنے رکھ دیں گے اور گورنمنٹ بھی اپنا ریکارڈ اس کے سامنے رکھ دے۔ پھر اگر وہ کہہ دے کہ یہ ہماری غلطی ہے تو ہم اسے ہروقت تسلیم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور اگر وہ کہے کہ گورنمنٹ کی غلطی ہے تو اسے بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ مَیں جج کی شرط اس لئے لگاتا ہوں کہ ججوں کی تربیت اس رنگ میں ہوتی ہے کہ وہ ہر معاملہ کو قضائی رنگ میں دیکھنے کے عادی ہوجاتے ہیں۔

اگر اس معاملہ میں اپیل کی اجازت ہوتی تب بھی مجھے زیادہ غصہ نہ آتا کیونکہ میں سمجھتا کہ سلسلہ کی عزت کی حفاظت کیلئے ہم ہائی کورٹ میں اپیل کرلیں گے اور چونکہ بہرحال دنیوی اصول کے مطابق آخری فیصلہ انسانوں نے ہی کرنا ہوتا ہے' اس لئے اگر ہائی کورٹ

ہمارے خلاف فیصلہ کرتی تو میں سمجھتا کہ معاملہ اتنا صاف نہیں جتنا کہ ہم اسے سمجھتے تھے اور گو ہمارے دل اپنی صداقت کے ہی قائل رہتے لیکن بہرحال ہائی کورٹ کے فیصلہ کے بعد ہم اس پر خاموشی اختیار کر لیتے۔ لیکن جس قانون کے ماتحت بِلاوجہ مجھے باغی اور حکومت کا تختہ اُلٹنے والا قرار دیا گیا ہے' اس میں ہائی کورٹ کے پاس اپیل کی کوئی راہ نہیں کھلی رکھی گئی۔

میں جانتا ہوں کہ میرے دل میں ملک معظّم کے متعلق کیا جذبات ہیں' میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ کی وفاداری اور اس کی اطاعت کے متعلق میرے کیا خیالات ہیں' میں ہر اس قسم اور ہر اس بھیانک سے بھیانک لعنت کو اٹھانے کیلئے تیار ہوں جو سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی ڈرانے والی ہو کہ یہ الزام جو ہم پر لگایا گیا جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ ہم ہمیشہ ملک معظّم کی وفادار رعایا رہے' ہمیشہ امن پسندی اور اطاعت شعاری ہمارے مذہب کی تعلیم ہے' سول ڈس اوبیڈینس کا کبھی واہمہ بھی ہمارے دل میں نہیں گذرا اور نہ گزر سکتا ہے کیونکہ ہماری مذہبی تعلیم ہمیں اس سے روکتی ہے۔ پس اگر ہائی کورٹ کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوتا تب بھی گو دل میں مَیں یہی سمجھتا کہ ہم حق پر ہیں لیکن چونکہ معاملات کو ایک جگہ ختم کرنا پڑتا ہے' اس لئے میں اس امر کو چھوڑ دیتا اور میں اب بھی آمادہ ہوں کہ ایک انگریز جج کے سامنے اپنے تمام کاغذات کو رکھوں اور پھر وہ جو فیصلہ کردے' اسے منظور کرلوں۔ بلکہ انگریز جج کی خصوصیت نہیں میں اس امر کیلئے بھی تیار ہوں کہ مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص کو جس پر حکومت کو بھی اعتبار ہو اور ہمیں بھی' مقرر کردیا جائے کہ وہ قضائی نقطہ نگاہ سے اس امر میں فیصلہ کردے اور میں اس کے فیصلہ کو تسلیم کرلوں گا۔ میں سمجھتا ہوں شاید ہزایکسی لینسی گورنر کا نام لینا اُن کی شان کے خلاف ہو اس لئے میں ان کا نام نہیں لے سکتا لیکن حق یہ ہے کہ گو وُہ اس ایگزیکٹو کے افسرِاعلیٰ ہیں جس نے یہ حکم دیا ہے پھر بھی اگر وہی کہیں کہ میں ہی اس قضیہ کا قضائی فیصلہ کردیتا ہوں تو میں انہی پر اس جھگڑے کا فیصلہ چھوڑنے پر آمادہ ہوں۔

پس ہماری طرف سے کوئی جھگڑا نہیں بلکہ اس معاملہ میں مَیں نے گزشتہ جمعہ ایک اعلیٰ سرکاری افسر کی اس تحریک پر کہ اس معاملہ میں جلدی نہ کی جائے' ایک خاص آدمی پچھلے جمعہ کے خطبہ سے پہلے ان کی طرف بھیجا اور اسی وقت مَیں نے انہیں لکھ دیا کہ مَیں کوئی ایسا اقدام نہیں کروں گا جو جلدبازی پر مبنی ہو۔ مَیں پہلے گورنمنٹ پنجاب کے پاس اپیل کروں گا

اور اگر گورنمنٹ پنجاب نے توجہ نہ کی تو گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاؤں گا اور اگر اس نے بھی توجہ نہ کی تو ہوم گورنمنٹ کے پاس اپیل کروں گا اور اگر اس نے بھی اس امر پر کوئی توجہ نہ کی تو مَیں انگلستان کی پبلک اور دوسری تمام برٹش امپائر کی پبلک کے سامنے یہ معاملہ پیش کروں گا اور اگر یہ سب انصاف کی طلب اور اپیلیں رائگاں گئیں تو اس وقت میں وُہ تدابیر اختیار کروں گا جو اپنی عزت اور سلسلہ کی حفاظت کیلئے میرے نزدیک ضروری ہوں گی' مگر ہم کسی صورت میں بھی قانون شکنی نہیں کریں گے اور کسی صورت میں بھی اپنے مقررہ اصولوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ بیشک یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی وفاداری کرتے ہوئے کس طرح اپنی عزت کی حفاظت کی جائے۔ مسٹر گاندھی جو صرف تشدد کے مخالف ہیں' ان کی عدمِ تشدّد کی پالیسی بھی بہت لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تو یہ سمجھنا تو اور بھی زیادہ مشکل ہے کہ ہم قانون شکنی بھی نہ کریں گے اور اپنے گزشتہ اصولوں کو بھی نہیں چھوڑیں گے' پھر بھی اپنی ہتک کا ازالہ کرا کے چھوڑیں گے۔ لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مقام پر کھڑا کیا ہو جو دُنیا کی اصلاح کا مقام ہے اللہ تعالیٰ اسے مسٹر گاندھی اور ان کے ساتھیوں سے زیادہ عقل دیتا اور اس کی تدابیر کو دنیا میں خود کامیاب کیا کرتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو آخر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اس کی غلطی تھی اور ہم حق پر تھے۔ باوجود یکہ ہم نہ تشدد کریں گے اور نہ سول نافرمانی' باوجود یکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کریں گے' باوجود اس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کریں گے جو احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پورا کریں گے جو خدا اور اس کے رسول نے ہمارے لئے مقرر کئے پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کر رہے گی۔ کشتیٔ احمدیت کا کپتان اس مقدس کشتی کو پُرخطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچادے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خداتعالیٰ سے نور پاتے ہیں۔ اور اس کے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی رحمانی صفات سے وہ مؤیّد ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اُٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رُکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مفلح اور منصور بناتا ہے۔ یہ مت گمان کرو کہ میرے اس دیر کرنے میں مبادا وہ سکیم تمہارے سامنے نہ آئے

کیونکہ کیا پتہ ہے کہ میں اگلے جمعہ تک زندہ بھی رہتا ہوں یا نہیں- پس میں آج یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ وہ سکیم جو میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ کبھی غائب نہیں ہوسکتی بغیر اس کے کہ تمہیں اس کا علم ہو' وہ تمہارے پاس پہنچ چکی ہے اور بغیر اس کے کہ وہ تمہیں معلوم ہو' بکلّی محفوظ ہوچکی ہے اور کسی انسان کی موت اس کو کسی صورت میں بھی نہیں مٹاسکتی- بہرحال جماعت احمدیہ جلد یابدیر اس معاملہ میں غالب آکر رہے گی اور اپنی صداقت دنیا سے منوا کر رہے گی-

مَیں پھر اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے کہتا ہوں کہ ہم گورنمنٹ سے لڑائی نہیں کریں گے اور نہ کبھی قانون شکنی کریں گے بلکہ ہم صرف اپنی ہتک کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں' اسی حد تک ہماری سعی رہے گی- دوسرے کی ہتک کرنے کا نہ ہمارا ارادہ ہے اور نہ ہم اسے جائز سمجھتے ہیں- مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت کے بعض افسروں کو بھی غلطی لگی ہے اور وہ خیال کرنے لگے ہیں کہ شاید میں نان کوآپریشن (NON-COOPERATION) جیسی کوئی تحریک کرنے والا ہوں- ادھر جماعت کے بعض لوگوں نے بھی میری سکیم کو نہیں سمجھا- گو بعض نے حیرت انگیز طور پر سمجھا ہے حتّٰی کہ انہوں نے اپنے خطوط میں میری سکیم کا ڈھانچہ اختصاراً بیان کردیا ہے لیکن بعض نے ناواقفیت سے ایسی تجاویز بھی پیش کی ہیں جو کسی صورت میں بھی درست نہیں ہوسکتیں- مثلاً ایک شخص نے لکھا ہے کہ ہمیں کھدّر پہننا شروع کردینا چاہیئے- میں سمجھتا ہوں کہ بیشک اگر انگریزی کپڑے کا بائیکاٹ کیا جائے تو انگلستان کو ہم پندرہ لاکھ روپیہ کا سالانہ نقصان آسانی سے پہنچاسکتے ہیں اور کانگرس سے مل کر ہم کام کریں تو یقیناً انگریزی مال کے بائیکاٹ کی سکیم بہت زیادہ کامیاب ہوسکتی ہے مگر یہ امر ہماری تعلیم کے خلاف ہے کہ ہم کسی ایسے شخص کا بائیکاٹ کریں جس کا قصور نہ ہو- اور گو اس ذریعہ سے بھی ہم انگلستان کو اپنے حقوق کی طرف توجہ دلاسکتے ہیں مگر چونکہ مذہبی لحاظ سے یہ ہمارے لئے جائز نہیں' اس لئے یہ طریق بالکل نامناسب ہے- علاوہ ازیں یہ عقل کے بھی خلاف ہے کہ پنجاب کا ایک افسر غلطی کرے مگر لٹھ لنکاشائر کے لوگوں پر مارا جائے- ہمارا فرض ہے کہ کیسا ہی خطرناک موقع پیش آئے ہم اپنی عقل کو قائم رکھیں اور عدل کو کسی لحہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں- پس یہ بالکل غیر معقول بات ہے کہ پنجاب کا ایک آدمی ہماری ہتک کرتا ہے مگر لٹھ لنکاشائر کے آدمیوں کو مارا جاتا ہے- ہاں یہ ہمارا حق ہے اور اگر ہم ایسا کریں تو

جائز ہوگا کہ پہلے ہم حکومت پنجاب کے پاس اپیل کریں اور اگر وہ نہ سنے تو حکومت ہند کے پاس اپیل کریں اور اگر وہ بھی نہ سنے تو ہوم گورنمنٹ (HOME GOVERNMENT) کے پاس اپیل کریں اور اگر وہ بھی نہ سنے تو انگلستان کے باشندوں کے پاس اپیل کریں اور اگر وہاں بھی شنوائی نہ ہو تو ہم انہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ہر آئینی ذریعہ سے اپنی بات تمہارے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی' ہم نے اپنے زخموں کو ننگا کرکے تمہارے سامنے رکھ دیا لیکن تم پھر بھی ہمارے غم میں شریک نہ ہوئے۔ پس اب تم بھی گورنمنٹ کے اس فعل میں شریک ہو لیکن اس صورت میں بھی ہم بائیکاٹ اور دوسری تحریکات کے متعلق اپنے قائم شُدہ رویہ کو نہیں بدلیں گے اور قانون شکنی کے نزدیک نہیں جائیں گے۔

اس میں شُبہ نہیں کہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جو بائیکاٹ کے مشابہ ہیں اور خاص حالات میں جائز ہیں مگر وہ دور کی بات ہے اور جب تک وہ وقت نہ آئے' اس وقت تک اگر کسی دوست کے ذہن میں کوئی ایسی بات آئے جو جماعت کیلئے یا میرے لئے قابلِ عمل ہو تو وہ میرے سامنے پیش کرسکتا ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ آخری فیصلہ ہمارے لئے نہ ہو' ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم ظالم بن کر ایک فعل کا ارتکاب کریں۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ یارسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کو زنا کرتے دیکھوں تو کیا میں اس کو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں اگر تو اسے قتل کرے گا تو تو قاتل سمجھا جائے گا اور تیرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو قاتلوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ سزا دینا حکومت کا کام ہے' تیرا نہیں ہے - اسی طرح ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تجاویز کے خلاف کوئی اور تجاویز اپنے لئے اختیار کرلیں کیونکہ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم ظالم ہوجائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے ساتھ نہ رہے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے بھی ہم محروم ہوگئے تو ایسی کسی حکومت کے مقابلہ میں جس کے پاس ہوائی جہاز' توپیں' بندوقیں' بم' تلواریں اور لاکھوں سپاہی ملازم ہیں' ہم کیا کرسکتے ہیں۔ گاندھی جی تینتیس کروڑ افراد لے کر اٹھے تھے لیکن وہ کچھ نہ کرسکے۔ ہماری جماعت تو گورنمنٹ کی مردم شماری کی رُو سے پنجاب میں چھپن ہزار ہے۔ اگر سارے ہندوستان کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے دوگنا بھی کرلیا جائے اور پھر اگر ہمارے اندازے کے مطابق ہندوستان کی جماعت کو اڑھائی تین لاکھ سمجھ لیا جائے' تب بھی تینتیس کروڑ افراد جس جگہ فیل ہوچکے ہوں' وہاں یہ تعداد کیا کرسکتی ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ گاندھی جی کے ساتھ مسلمان نہ تھے یا تھوڑے تھے اس امر کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے تو موجودہ مردم شماری کی رُو سے ہندوستان کی آبادی پینتیس کروڑ ثابت ہوتی ہے اور مسلمانوں کی آبادی آٹھ کروڑ۔ چونکہ اکثر عیسائی اور کچھ ہندو بھی گاندھی جی کے ساتھ نہ تھے اگر دس کروڑ لوگ اس مردم شماری سے نکال دیئے جائیں تو پچیّس کروڑ آدمی باقی رہ جاتے ہیں۔ یہی تعداد مانتے ہوئے بھی میں کہتا ہوں کہ جہاں پچیّس کروڑ آدمی ایک کام نہ کرسکا وہاں اڑھائی تین لاکھ آدمی کیا کام کرسکتا ہے۔ گو میرے نزدیک گاندھی جی اب جس سکیم کو چلانا چاہتے ہیں' وہ پہلے سے بہت اعلیٰ ہے۔ پہلے ان کی سکیم تو اچھی ہوتی تھی مگر اس کے پورا کرنے کے سامان ناقص ہوتے تھے۔ اب کے انہوں نے آلات کو درست کرنے کی طرف توجہ کی ہے اور بہت عمدہ اصول تجویز کئے ہیں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ جوش میں آکر اپنا کام خراب نہ کرلیں تو اب ان کیلئے فتح پانا ممکن ہوگیا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ بظاہر حالت جو اس وقت لوگ سمجھتے ہیں یہی ہے کہ کانگرس شکست کھاگئی ہے۔ پس اگر مسٹر گاندھی پچیّس کروڑ آدمیوں کی مدد سے ناکام رہے تو ہم انسانی تدابیر سے کس طرح جیت سکتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا"۔ مگر جس طرح یہ مثال ہے ایک اور بھی مثال ہے کہ "جانور کس کھونٹے پر ناچے"۔ جانور کھونٹے والے پر ناچا کرتا ہے۔ گھوڑا جب ہنہناتا ہے تو وہ اپنے آقا کے دعویٰ پر ہنہناتا ہے۔

ہم بھی کہتے ہیں کہ ہمارا ایک آقا ہے جس نے ہمیں دنیا کی اصلاح کیلئے کھڑا کیا۔ پس اسی کا کھونٹا ہے جس کے سہارے ہم کھڑے ہیں ورنہ ہماری ہستی ہی کیا ہے۔ ہم دنیا کی نگاہوں میں ذلیل اور حقیر ہیں' دولت ہمارے پاس نہیں' ظاہری علم ہمارے پاس نہیں' جتھہ ہمارے پاس نہیں' بلکہ ایک پہلوان کے مقابلہ میں جس طرح دودھ پیتا بچہ ہوتا ہے اور وہ جب چاہے اس کی گردن مروڑ سکتا ہے' اسی طرح ہم دنیا کے مقابلہ میں ہیں مگر ہم جس چیز پر نازاں اور مطمئن ہیں' وہ خدا کی مدد ہے اور خدا کی مدد ظالموں کو نہیں آیا کرتی۔ قرآن کریم میں متواتر بیان کیا گیا ہے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ پس اگر ہم بھی ظالم بن جائیں تو کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اگر ہم اپنی کامیابی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے مذہبی اصول کی پابندی کریں جن میں سے ایک اہم اصل یہ ہے کہ ہم قانون شکنی نہ کریں' کسی کی جان اور مال پر حملہ نہ کریں' ناجائز الزام نہ لگائیں اور جھوٹ نہ بولیں۔ ان ساری

باتوں کے باوجود ہم انتہائی اقدام اس صورت میں کریں گے اگر ہماری صلح اور امن پسندی کی تمام کوششیں رائیگاں چلی گئیں۔ ورنہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم تو یہاں تک تیار ہیں کہ ایک انگریز جج مقرر کیا جائے اور اگر وہ فیصلہ کردے کہ ہم غلطی پر ہیں تو گو دلوں میں ہم اس کو صحیح نہیں مانیں گے مگر اسی وقت ہم اپنے ہتھیار ڈال دیں گے اور سمجھ لیں گے کہ جج نے جو فیصلہ کرنا تھا کردیا۔ یہی قانون ہے جو دنیا میں رائج ہے۔ جج صحیح فیصلے بھی کرتے ہیں اور غلط بھی۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں بالکل ممکن ہے کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز دلوادوں حالانکہ وہ اس کا حق دار نہ ہو ۔ جب رسول کریم ﷺ اپنے فیصلہ میں غلطی کرسکتے ہیں تو ایک مومن کیوں غلطی نہیں کرسکتا۔ اور پھر ایک غیر مؤمن غلطی سے کیونکر مبرّا ہوسکتا ہے لیکن بہرحال فیصلہ کے لحاظ سے ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو کچھ وہ کہے اسے مانیں خواہ ہمارے دل اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ اُس وقت ہم تسلیم کرلیں گے کہ گورنمنٹ نے جو لکھا وہ غلط فہمی کے ماتحت لکھا اور وہیں بات ختم ہوجائے گی۔ لیکن اگر گورنمنٹ ہماری کوئی بات بھی تسلیم نہ کرے اور ہمارے دوست ہمیں یہی نصیحت کرتے رہیں کہ تم خاموشی سے بسر کرتے چلے جاؤ تو ہمارا حق ہوگا ان سے بات پوچھنے کا کہ وہ ہمیں کوئی تجویز بتادیں جس سے ہم جماعت کی ہتک کا ازالہ کرسکیں۔

اب مَیں بعض وہ واقعات بیان کرتا ہوں جن سے ہمیں شُبہ پیدا ہوتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب کے افسران میں سے کوئی افسر ایسا ہے جو ہمارے سلسلہ کو بِلاوجہ نقصان پہنچانا چاہتا اور اسے دنیا میں بدنام کرنا چاہتا ہے۔

میں نے پچھلے جمعہ میں بتایا تھا کہ اگر یہی ایک واقعہ ہوا ہوتا تو مجھے اتنا بُرا نہ لگتا جتنا کہ اب لگا۔ اور یہ بھی میں نے بتایا تھا کہ گورنمنٹ کو دوست سمجھتے ہوئے ہمارے لئے یہ اچنبھے کی بات تھی کہ ہمیں باغی قرار دیاگیا لوگ اگر اس کو نہ سمجھ سکیں تو وہ معذور ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی وفاداری کا وہ جذبہ نہیں جو ہمارے دلوں میں ہے۔ جب میں بچہ تھا اور ابھی میں نے ہوش ہی سنبھالا تھا' اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے گورنمنٹ کی وفاداری کا میں نے حکم سنا اور اس حکم پر اس قدر پابندی سے قائم رہا کہ میں نے اپنے گہرے دوستوں سے بھی اس بارے میں اختلاف کیا حتّٰی کہ اپنے جماعت کے لیڈروں سے اختلاف کیا۔ چنانچہ کانپور کی مسجد کے واقعہ کے متعلق "الفضل" اور "پیغامِ صلح" میں جو جنگ

ہوئی وہ اسی کا نتیجہ تھا۔ پس میں نے گورنمنٹ کی حمایت کیلئے اپنے عزیزوں سے لڑائی کی۔ اور اپنی جماعت کے لیڈروں سے اختلاف کیا۔ میری عمر اس وقت چوبیں سال تھی میں جماعت کا کوئی افسر نہ تھا کہ اس پر میرا اثر ہوتا۔ اس زمانہ میں جماعت کو دھوکا دے دے کر ورغلایا گیا اور اسے میرے خلاف اُکسایا گیا مگر اس تعلیم کے ماتحت کہ گورنمنٹ کے راستہ میں مشکلات پیدا نہیں کرنی چاہئیں میں نے بڑوں کا مقابلہ کیا اور جماعت کے دوستوں پر زور دیا کہ ہمیں گورنمنٹ کی وفاداری کا حکم دیا گیا ہے اور جماعت میں اپنی پوزیشن کو نہایت کمزور کرلیا مگر آج مجھ پر یہ اتہام لگایا گیا ہے کہ میں جماعت میں گورنمنٹ کے خلاف جوش پھیلانے والا ہوں۔ بیشک ایک کانگرسی ہم کو پاگل سمجھے گا کیونکہ اس کے نزدیک گورنمنٹ کا تختہ الٹ دینے والا اور ڈس اوبیڈینس کا مرتکب ہونے والا ایک قابلِ فخر شخص ہے مگر ہم اسے اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ وہ اگر پبلک کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ اے لوگو میں وہ ہوں جس نے گورنمنٹ کا تختہ الٹنے کیلئے فلاں فلاں کام کیا' میں وہ لیڈر ہوں جو ڈس اوبیڈینس کا مرتکب ہوا پس وہ اپنے افعال پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کیلئے یہ بات سمجھنا ناممکن ہے کہ سول ڈس اوبیڈینس یا حکومت کا تختہ الٹ دینے کے الزام میں ہتک کیونکر ہوگئی لیکن افسوس یہ ہے کہ برطانیہ کے افسر بھی اس امر کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس الزام میں کوئی ہتک ہوتی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی حکومت سے وفاداری کے جذبہ کو مذہبی رنگ میں دیکھنے سے قاصر ہیں اور ان کے دلوں میں بھی گورنمنٹ کی وفاداری کا وہ جذبہ نہیں جو ہمارے دلوں میں پایا جاتا ہے ان کے نزدیک یہ ایک معمولی بات ہے۔ مگر میں ڈس اوبیڈینس کے الزام کو اپنے لئے ایک بدترین گالی تصور کرتا ہوں۔

پس ہماری عجیب حالت ہے کہ کانگرسی تو ہمیں یہ کہتے ہیں کہ تم پاگل ہوئے' گورنمنٹ نے تمہیں انعام دیا اور تمہاری یہ تعریف کی کہ تم اس کے تختہ کو اُلٹنے والے ہو مگر تم نے اس کی کوئی قدر نہ کی اور اسے اپنی ہتک تصور کرنے لگے اور گورنمنٹ کے لوگ ہمیں یہ کہتے ہیں کہ

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کردیا

گویا ان کے نزدیک یہ کوئی اخلاقی یا مذہبی جُرم ہی نہیں۔ پس ہمارے لئے یہ عجیب مصیبت ہے اور ہم حیران ہیں کہ اِس کو سمجھائیں یا اُس کو۔ میں نے بتایا تھا کہ اگر صرف یہی ایک

واقعہ ہوا ہوتا تو بھی میں کہہ سکتا تھا کہ

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

ہم نے اپنے سلسلہ کی حفاظت اور خداتعالیٰ کی رضا کیلئے بدترین گالیاں سنی ہیں اگر ان گالیوں میں ایک اس گالی کا بھی اضافہ ہوگیا تو کیا مگر چونکہ اس کے آئندہ خطرات بہت سخت ہوسکتے تھے' اس لئے مجھے ضرورت پیش آئی کہ یہ معاملہ میں اٹھاؤں۔ دوسرے یہ ایک لمبی زنجیر کی آخری کڑی ہے جن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کے بعض افسر ہمارے متعلق اس کے پاس جھوٹی رپورٹیں کرتے اور خلاف واقعہ باتیں پہنچاکر اسے ہمارے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ پس یہ اکیلا واقعہ نہیں بلکہ گورنمنٹ کی طرف سے سختی کا ایک لمبا سلسلہ ہے جو ہمارے متعلق ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اس زنجیر میں سے بعض واقعات ہزایکسی لینسی گورنر کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور چونکہ میں انہیں ملک معظم کا نمائندہ سمجھتا ہوں اس لئے میرے دل میں ملک معظم کا جو ادب ہے اس کی وجہ سے میں ان کا نام درمیان میں لانا نہیں چاہتا اور اسی لئے حکام نے جو باتیں ان کی طرف منسوب کرکے بیان کی ہیں' چونکہ ان کی تحقیق کا کوئی ذریعہ میرے پاس نہیں میں نے انہیں تسلیم نہیں کیا۔ اور اب بھی اگرچہ بعد کے واقعات نے شبہات کاایک لمبا سلسلہ پیدا کردیا ہے' میں انہیں صحیح قرار نہیں دے سکتا اور چونکہ میں ان سے نہ براہِ راست پوچھ سکتا ہوں اور نہ ہی وہ مجبور ہیں کہ ایسے سوالات کا جواب دیں۔ پھر یہ امر بھی مدنظر ہے کہ ہم نے ان کا ادب کرنا ہے اس لئے میں ان کے نام کو درمیان میں نہیں لاسکتا اور اگر میں ان کانام درمیان میں لاؤں تو یہ میری مذہبی تعلیم کے خلاف ہوگا اس لئے جب تک کوئی اخلاقی یا شرعی ضرورت مجھے مجبور نہ کرے' میں وہ واقعات نظرانداز کرتے ہوئے صرف وہ باتیں بیان کرنا چاہتاہوں جو گورنمنٹ کے نام پر کی گئی ہیں اور جن میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر حکام نے ہمارے قیمتی وقت کو ضائع کیا۔ قادیان کے لوگ بھی شاید پوری طرح نہ جانتے ہوں اور باہر کے لوگ تو بالکل ہی نہیں جانتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قادیان کی زندگی موجودہ زمانہ میں امن کی زندگی نہیں کہلاسکتی کیونکہ جماعت کے کارکنوں کا کافی وقت پولیس مینوں اور مجسٹریٹوں سے جھگڑنے میں خرچ ہوجاتا ہے اور آج مَیں جماعت کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر یہی حالت بدستور قائم رہی تو آئندہ کوئی کام جماعت کا نہیں ہوسکے گا۔ ہمارے کارکنوں کی یہ ہمت اور بہادری تھی بلکہ بہت بڑی قربانی تھی کہ ان تمام جھگڑوں کے

باوجود انہوں نے جماعت کا کام کیا حالانکہ یہ واقعات ایسے ہیں کہ ہماری تمام تر توجہ انہی کی طرف لگی رہتی ہے۔

پس جماعت کو یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ یا تو یہ روکیں وہ اپنے راستہ سے دور کرے جو اس وقت ہمارے راستہ میں حائل ہو رہی ہیں ورنہ جماعت کے تمام کام اس وقت تک بند رہیں گے جب تک وہ افسر نہ چلے جائیں جو ہمارے امن میں خلل اندازی کا موجب ہو رہے ہیں۔ مگر میں اس اخلاص کا اندازہ کرتے ہوئے جو مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید نے امیرعبدالرحمٰن کے وقت کابل میں دکھایا اور اس اخلاص کا اندازہ کرتے ہوئے جو سید عبداللطیف صاحب شہید نے امیر حبیب اللہ کے وقت میں دکھایا اور پھر اس اخلاص کا اندازہ کرتے ہوئے جو مولوی نعمت اللہ صاحب شہید اور ان کے دو ساتھیوں نے امیر امان اللہ خان کے وقت میں دکھایا اور پھر اس اخلاص کا اندازہ کرتے ہوئے جو ہندوستان میں اور بیرون ہندوستان ہزاروں احمدیوں نے سخت سے سخت تکالیف کے مقابلہ سے دکھایا' امید رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ایک منٹ کیلئے بھی یہ گوارا نہیں کرے گی کہ اس کے کاموں میں خلل اندازی کی جائے اور وہ فرائض جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں ان کی بجاآوری میں نقص واقع ہو۔ وہ ہر جائز قربانی کرنے کیلئے تیار رہے گی اور وہ ملک معظم کی وفادار رعایا رہتے ہوئے اس حق کو حاصل کرکے رہے گی جس کو آج پامال کیا جارہاہے۔ اب میں بعض وہ واقعات بیان کرتا ہوں جو اس سلسلہ میں بیان کرنے ضروری ہیں اور چونکہ ڈیڑھ بجے تک میں ایک دوست کو خط لکھتا رہا ہوں اور اس کے بعد صرف دس منٹ میں یہ واقعات نوٹ کئے ہیں اس لئے میں ان میں کوئی ترتیب ملحوظ نہیں رکھ سکا۔

پہلا واقعہ: میں اس جگہ کا ہی لے لیتا ہوں جسے احراری لوگ مسجد کہتے ہیں حالانکہ وہ قبلہ رُخ نہیں' وہ شاید ڈیڑھ مرلہ کے قریب جگہ ہے' مَیں نے خود اسے دیکھا ہے قریباً ایک کمرہ کے برابر زمین ہے۔ وُہ زمین احرار کے نام سے یا احراریوں کی طرف سے کسی آدمی نے خریدی مجھے صحیح واقعہ معلوم نہیں بہرحال اس تحریک کے سلسلہ میں یہ زمین خریدی گئی اور اس کے خریدنے کے بعد چندہ جمع کرنے کی نیت سے وہاں مسجد کے نام سے ایک چھوٹی سی عمارت بنانی شروع کردی گئی۔ وہ جگہ سمال ٹاؤن کمیٹی کی حدود میں ہے اور گورنمنٹ کے قانون کے ماتحت سمال ٹاؤن کمیٹی کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے حلقہ میں عمارت کھڑی

نہیں کرسکتا مگر وہ چونکہ حُرّ ہیں اور قانون کی پابندی سے آزاد' اس لئے انہوں نے اجازت لینے کی ضرورت نہ سمجھی اور دیواریں کھڑی کرنی شروع کردیں۔ اس تعمیر کے وقت پولیس کے آدمی باوردی اس جگہ پر موجود تھے۔ اس قانون شکنی کو دیکھ کر کمیٹی نے انہیں ممانعت کا نوٹس دیا تو اسے لینے سے بھی انکار کردیا اور اُٹھا کر پھینک دیا۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس نے اسے اٹھایا۔ یہ سب کارروائی گورنمنٹ کے ایک تسلیم شدہ ادارہ کی طرف سے اور گورنمنٹ کے قانون کو پورا کرانے کیلئے ہوئی اور اس میں ہماری جماعت کا ایک ذرہ بھر بھی دخل نہ تھا لیکن صرف اس وجہ سے کہ کمیٹی کا نوٹس پیش کرنے والا کلرک احمدی تھا' احراریوں نے شور مچادیا کہ احمدی ہم پر حملہ کرکے آگئے ہیں اور ہمیں مسجد کی تعمیر سے روکتے ہیں۔ یہ سب کہانی بالکل جھوٹی تھی' احمدی حملہ آور ہوکر نہیں گئے اور کسی نے ان کو مسجد بنانے سے نہیں روکا۔ سمال ٹاؤن کمیٹی گورنمنٹ کے ماتحت بنی ہوئی ہے اور اسی کے ایک افسر نے گورنمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین کے ماتحت انہیں روکا مگر یہ روکنا کیا تھا گویا ۱۸۵۷ء کا غدر ہوگیا۔ کہیں سپرنٹنڈنٹ پولیس چلے آرہے ہیں' کہیں مجسٹریٹ علاقہ چلے آرہے ہیں' کہیں پولیس کے دوسرے افسر دوڑے آرہے ہیں گویا ایک آفت تھی جو آگئی۔ ناظر امور عامہ کو بلوایا گیا اور ان سے بار بار پوچھا گیا کہ یہ کیا ظلم اور اندھیر ہے جو یہاں ہورہا ہے' گورنمنٹ آگے ہی آپ لوگوں کے خلاف ہے' اب آپ نے یہ حرکت کردی ہے۔ یہ ایسا معاملہ تھا کہ ہماری جماعت کے افراد کیلئے اس کا سمجھنا بھی مشکل تھا۔ سمال ٹاؤن کمیٹی کا یہ کام تھا اور اس نے جو کچھ کیا وہ قانون کے اندر کیا۔ قانون کو توڑنے والے احراری تھے مگر اسے رنگ یہ دیا گیا کہ احمدیوں نے حملہ کردیا اور احمدیوں نے مسجد بنانے سے انہیں روک دیا اور اس پر اتنا شور ڈالا گیا کہ گویا ایک مصیبت تھی جو اُن پر آگئی۔

ادھر کارکنانِ سلسلہ الگ مشکلات میں تھے' کہیں وہ اپنے طور پر تحقیقات کررہے تھے کہ کوئی احمدی وہاں تھا تو نہیں' کہیں آپس میں غور کررہے تھے کہ اس فتنہ کا کیا سدباب کیاجائے لیکن سب طرف سے تحقیقات کے بعد یہی معلوم ہوا کہ وہاں سمال ٹاؤن کمیٹی کا کلرک گیا تھا اور جب اس احمدی کلرک کے ساتھ وہ لوگ سخت کلامی کے ساتھ پیش آئے اور شور مچایا تو کچھ راہ چلتے ہوئے غیراحمدی' ہندو اور کچھ احمدی بھی اکٹھے ہوگئے۔ اب یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ سب احمدی بہرے کردیئے جائیں تاکہ اگر کہیں جھگڑا ہو اور شور پڑے تو وہ آواز بھی

نہ سن سکیں۔ ہم نے تو انگریزوں کے متعلق بھی دیکھا ہے کہ اگر کہیں شور ہو تو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جاتے ہیں مگر یہ عجیب مصیبت تھی کہ قانون احراریوں نے توڑا، حکم کمیٹی نے دیا، کھڑے شور سن کر راہ گیر ہوئے اور بلایا اور دھمکایا احمدیہ جماعت کے کارکنوں کو جانے لگا، کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی زندگی امن کی زندگی ہے۔ سمال ٹاؤن کمیٹی گورنمنٹ کی بنائی ہوئی ہے اور احراری جب اس کے بنائے ہوئے ایک قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو حکومت کا ہی ایک آدمی انہیں منع کرتا اور اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ قانون کی پابندی کریں۔ پس قانون کی پابندی کرانے والی سمال ٹاؤن کمیٹی اور قانون کو توڑنے والے احراری مگر الزام ہمارے ذمہ لگایا جاتا ہے اور ہمارے آدمیوں کو بُلا بُلا کر ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے۔ ہم بہتیرا کہتے ہیں کہ نہ ہم سمال ٹاؤن کمیٹی سے تعلق رکھتے ہیں، نہ ہم نے قانون بنایا اور نہ ہی اس قانون کو توڑا، کچھ تو سمجھاؤ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ قانون شکن احراری ہیں مگر انہیں کچھ نہیں کہا جاتا اور جن کا اس سے کچھ بھی تعلق نہیں، ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے احراریوں سے کیوں یہ سلوک کیا۔ کیا کسی شخص کے دماغ میں بھی یہ بات آسکتی ہے کہ یہ جو کچھ کیا گیا قانون کے مطابق کیا گیا اور احمدیوں پر ظلم نہیں کیا گیا اور ناواجب دباؤ نہیں ڈالا گیا۔ خیر شور و شر کے بعد جب جماعت کے کارکنوں نے ثابت کر دیا کہ اس بارہ میں ان کا کوئی دخل ہی نہیں تو اب حکام نے ایک اور کروٹ بدلی اور یہ کہنا شروع کیا کہ چونکہ کمیٹی میں تمہاری اکثریت ہے، اس لئے تم ہی اس اُمر کے ذمہ دار ہو۔ تم ممبرانِ کمیٹی کو مجبور کرو کہ احراریوں سے درخواست منگوا کر اور فوری اجلاس کرکے احرار کو مسجد کی تعمیر کی اجازت دیں۔ اب کوئی انصاف پسند جج گورنمنٹ مقرر کرکے دیکھ لے معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگا کہ احمدیوں کو ناواجب طور پر ستایا اور دکھ دیا گیا اور ان کے امن میں خلل ڈالا گیا۔ آخر یہ بھی کہا گیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کا ارادہ ہے کہ اگر فوراً اس فتنہ کو دور نہ کیا گیا تو دونوں فریق کی دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت ضمانتیں لی جائیں گی۔ شاید جب سے لوکل سلف گورنمنٹ کا قانون بنا ہے، یہ نہ ہوا ہوگا کہ کمیٹی اپنے اختیارات سے ایک کام کرے اور دفعہ ۱۰۷ امن پسند شہریوں پر لگانے کی دھمکی دی جائے۔ یہ سلوک یہاں احرار سے روا رکھا گیا اور ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ ایک احمدی نے اپنے مکان اور مسجد کیلئے ایک زمین لی، وہاں کے مقامی افسران نے جو تعصب رکھتے ہیں، جھٹ رپورٹ کرکے

لینڈ ایکوزیشن ایکٹ (LAND ACQUISITION ACT) کے ماتحت اس زمین کا بڑا ٹکڑا چھین لیا۔ بہتیرا شور کیا گیا کہ حکومت کو اور زمین مل سکتی ہے، ہمیں تو لوگ تعصب سے دیتے نہیں لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ اس واقعہ اور اُس واقعہ کو ملا کر دیکھ لو کہ کس طرح حکومت ہم سے سوتیلے پن والا سلوک کررہی ہے۔ ہماری مسجد کی زمین ضبط کرلی جاتی ہے اور احراری خلافِ قانون ایک عمارت بنانا چاہتے ہیں تو سپیشل آرڈر دیا جاتا ہے کہ فوراً ان سے درخواست لے کر اجلاس کرکے اس تعمیر کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ ایک پولیس کے اعلیٰ افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس اور ایک علاقہ مجسٹریٹ یہاں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے ممبروں کو حکم دیجئے کہ وہ فوراً اس مسجد کی تعمیر کی اجازت دے دیں حالانکہ وہ سمال ٹاؤن کمیٹی کس کام کی ہے جس سے ہمارے زور سے کام لیا جائے۔ جس سمال ٹاؤن کمیٹی کو ہم سے حکم دلوا دلوا کر مجبور کرنا اور اس کے فرائضِ منصبی سے روکنا ہے، وہ کمیٹی نہیں بلکہ کھلونا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے پھونک دیا جائے۔ لطیفہ یہ ہے کہ ہمارے امن پسندوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ چونکہ ہمیں امن پسندی کی تعلیم دی گئی ہے، اس لئے حکام کی خواہش کو ہمیں پورا کرنا چاہیئے۔ اپنی جماعت کے ممبرانِ کمیٹی پر زور ڈالا کہ یہ کام جلدی کردیا جائے۔

غرض صنادیدِ حکومت کی خوشنودیِ مزاج کے حصول کیلئے انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر جو اس کا انعام ملا وہ بھی سن لو۔ اس موجودہ جھگڑے کے پیدا ہونے پر ہمارے آدمیوں نے ڈپٹی کمشنر صاحب کے سامنے کہا کہ ہم تو ہمیشہ حکومت کے وفادار رہے ہیں۔ مثلاً حکام کے کہنے کے مطابق ہم نے سمال ٹاؤن کمیٹی کے ممبروں پر زور دیا اور انہیں کہا کہ احرار کو مسجد کی تعمیر کی اجازت دے دینی چاہیئے تو اس پر ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ نہ علاقہ مجسٹریٹ اور نہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اختیار تھا کہ ایسا حکم کمیٹی کو دیتے۔ یہ کہنے پر کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس تو کہتے تھے کہ ڈپٹی کمشنر کا منشاء ہے کہ اگر اس جھگڑے کو چکایا نہ جائے تو فریقین کی زیر دفعہ ۱۰۷ ضمانتیں لی جائیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا ہے کہ میں نے ایسا حکم دیا تھا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اب ہمارے لئے عجیب مشکلات ہیں اگر ہم اس وقت انکار کرتے تو ہم باغی قرار دیئے جاتے اور پولیس کے افسر یہ رپورٹ کرتے کہ احمدی ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتے اور جب ہم نے ان کی بات مان لی تو ہم احمق اور بیوقوف قرار دیئے گئے اور کہا گیا کہ تم نے خود ہی یہ فیصلہ کیا ہے ہم نے تو کوئی ایسا حکم نہیں دیا۔ پس ہم اگر ایک حکم کو مان لیں

تو احمق بنتے ہیں، نہ مانیں تو باغی قرار پاتے ہیں- پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ہمارے لئے کون سی صورت باقی رہ جاتی ہے سوائے اس کے کہ ہم وہی صورت اختیار کریں جو ایک نوکر نے اپنے آقا کے متعلق اختیار کی تھی- کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص تھا جو ہمیشہ عذر رکھ کر اپنے ملازموں کو نکال دیا کرتا- ایک دفعہ جب اس نے نیا نوکر رکھا تو اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو چند دنوں کے بعد یہ مجھے بھی کوئی عذر رکھ کر نکال دے آقا سے کہا کہ آپ میری تمام ذمہ داریاں مجھے لکھ دیجئے- اگر ان کی ادائیگی میں مَیں نے کوتاہی کی تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا جو کام میرے ذمہ نہ ڈالا گیا میں اس کا ذمہ دار نہ ہوں گا- چونکہ مطالبہ نہایت معقول تھا، اس لئے آقا نے تمام ذمہ داریاں اسے لکھ کر دے دیں- ایک دن آقا ایک منہ زور گھوڑے پر سوار ہوا جو اتفاقاً کسی چیز سے ڈر کر بِدکا اور آقا صاحب گھوڑے سے نیچے آرہے- لیکن ایک رکاب میں پاؤں پھنسا رہ گیا- اس پر اس نے شور مچایا اور نوکر کو آوازیں دینی شروع کیں کہ میرا پاؤں رکاب سے نکالو لیکن آقا ادھر شور مچاتا جاتا تھا اور نوکر ادھر شرطوں کا کاغذ لئے چِلّاتا جاتا تھا کہ دیکھ لو سرکار اس میں یہ شرط لکھی نہیں- گورنمنٹ کے افسروں نے بھی ہم کو اس مشکل میں ڈال دیا ہے- ہم مجبور ہوگئے ہیں کہ گورنمنٹ کے حکام پر اعتبار نہ کریں اور ان سے ہر امر کے متعلق تحریر طلب کریں لیکن یہ حالت گورنمنٹ کے نقطہ نگاہ سے نہایت خطرناک ہے- اگر حکومت کے اعلیٰ حکّام میں اس قسم کی خیانت پیدا ہوگئی ہے اور ذمہ دار افسر ایک دوسرے کی تکذیب پر مجبور ہوگئے ہیں تو بتاؤ وہ حکومت کس طرح چل سکتی ہے اور اس کے ماتحت انسان کو امن کس طرح حاصل ہو سکتا ہے-

اب دوسرا واقعہ سُن لو- ہم نے جو یہاں نئی آبادیاں قائم کی ہیں، ان میں بعض جگہ علاقوں کے علاقے ہمارے اپنے ہیں اور ان محلوں کی گلیاں ہماری پرائیویٹ گلیاں ہیں جن پر گزرنے دینا یا نہ دینا ہمارے اختیار میں ہے- اس قسم کے ایک راستہ پر ایک پھاٹک ہم نے لگا لیا اور یہ کوئی نئی بات نہ تھی، ہندو بھی اسی طرح اپنے محلوں میں راستوں پر حفاظت کے لئے پھاٹک لگالیتے ہیں، یہ پھاٹک جس کا میں نے ذکر کیا ہے اس راستہ پر لگایا گیا تھا جو مقبرہ بہشتی کو جاتا ہے- ہماری تحقیق اور ہمارے علم کے مطابق وہ پھاٹک ہماری زمین میں ہے اور جس راستہ پر وہ لگایا گیا ہے وہ ہمارا پرائیویٹ ہے نہ کہ سرکاری مگر اس پھاٹک کے لگنے پر یکدم ایک شور پڑ گیا اور تمام احراری غیراحمدیوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ احمدیوں نے ہمارے راستے بند کر

دیئے ہیں۔ احراری غیراحمدی مَیں اس لئے کہتا ہوں کہ یہاں کے رہنے والے بہت سے غیراحمدی شریف الطبع لوگ جن کے ہم سے تعلقات ہیں اور ہمارے ان سے، وہ اس شور ڈالنے میں حصہ دار نہیں بلکہ ان کو وہ گالیاں بُری لگتی ہیں جو ہم کو دی جاتی ہیں مگرچونکہ کسی کی زبان کوئی نہیں پکڑ سکتا، احراری کہتے یہی ہیں کہ گویا یہاں کے سب غیراحمدی ان کے ساتھ ہیں، جیسے پانچ سات ہزار آدمی جو ان کے جلسہ میں شریک ہوا تھا، ان کا نام ساٹھ ہزار فرزندانِ توحید کا لہریں مارتا ہوا سمندر ہوگیا ہے، غرض ان لوگوں نے جو احرار کے شریک ہیں، یہ شور ڈال دیا کہ احمدیوں نے سڑکوں پر چلنے سے ہمیں روک دیا ہے حالانکہ وہ سڑکیں نہیں تھیں۔ اس پر پولیس کے اعلیٰ افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی چند مرتبہ آئے، بعض مجسٹریٹ بھی متعدد دفعہ آئے اور کہنے لگے کہ یہ کیا ظلم کیا گیا ہے۔ ایک افسر مجھ سے بھی ملا اور کہنے لگا یہ کیا غضب ہوا ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کا راستہ روک دیا گیا ہے۔ میں نے کہا اس میں مشکل کیا ہے پٹواری آپ کے پاس ہیں زمین کا نقشہ نکلوا لیجئے اگر یہ پھاٹک کسی اور کی زمین میں نکلے اور ایک منٹ کیلئے بھی ہماری جماعت اس کو اٹھانے میں دیر کرے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں گا مگر اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ ایک افسر آتا اور دھمکی دے کر چلا جاتا۔ پھر دوسرا آتا اور وہ دھمکی دے کر چلا جاتا۔ جب یہ شور بہت بڑھا تو میں نے صدرانجمن والوں سے پوچھا کہ یہ آپ لوگوں نے کیا کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے اچھی طرح دیکھ بھال کر پھاٹک لگایا ہے وہ ہماری زمین میں ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی زمین میں نہیں ہے لیکن اگر ثابت ہوجائے کہ یہ سرکاری زمین ہے تو ہم اسی وقت پھاٹک اٹھالیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم نے افسروں کے سامنے یہ بات پیش کی ہے کہ کوئی افسر آجائے تو وہ تحقیق کرکے دیکھ لے لیکن تحقیق کرنے کیلئے کوئی نہیں آتا۔ البتہ ضلع کا عملہ گھبرایا ہوا پھرتا ہے حالانکہ اس کا فوجداری اور پولیس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس زمانہ میں مجھ سے بھی ایک اعلیٰ افسر نے کہا تھا کہ جو شور اس وقت ہورہا ہے اس کے نتیجہ میں مَیں ڈرتا ہوں کہ حکومت سخت تجاویز اختیار کرنے پر مجبور ہوگی۔ میں نے کہا ہم تو اپنی طرف سے باامن رہنے کی کوشش کرتے ہیں اگر اس پر بھی حکومت کا یہ خیال ہو تو ہم مجبور ہیں۔

اب مہینہ دو مہینے ہوئے کہ ایک افسر یہاں آیا اور ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے لوکل کمیٹی کے پریذیڈنٹ سے وہ یہ دستخط لے کر گیا کہ پندرہ دن کے اندر اندر پھاٹک کو اٹھادیا

جائے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے پریذیڈنٹ ہونے کے لحاظ سے ایک ڈپٹی کمشنر کو فوجداری اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ پھر یہاں نہ تحقیقات ہوئی اور نہ ہی تعین ہوئی اور خود بخود یہ حکم دے دیا گیا کہ پندرہ دن کے اندر اندر اسے اٹھادیا جائے۔ اس پر یہاں کے ایک مالک نے تحصیلدار صاحب کو لکھا کہ میر قاسم علی صاحب کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر کوئی نوٹس دیا جاتا تو مالکان یا صدر انجمن کو دینا چاہیئے۔ ہم میر قاسم علی صاحب لوکل پریذیڈنٹ کے اس وعدہ کے پابند نہیں ہوسکتے۔ اب وہ پندرہ دن بھی گذر گئے ہیں اور پھاٹک ابھی تک نہیں اٹھایا گیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اپنی زمینوں میں پھاٹک نہیں لگائے جاتے۔ اگر تو کسی پبلک تھاروفیئر (THAROUGH FARE) میں یہ پھاٹک روک ہوتا یا گورنمنٹ کا اس میں کوئی راستہ ملتا تب تو یہ مطالبہ کیا جاسکتا تھا کہ اس پھاٹک کو اٹھالیا جائے لیکن جب کہ وہ ہمارے نزدیک ہماری زمین میں واقع ہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ نے ابھی تک اپنا حق ثابت نہیں کیا اور اگر اس کا حق ثابت بھی ہوا تو بھی صرف یہ ہوگا کہ وہ پھاٹک پانچ فٹ ورے لگ جائیگا۔ پبلک کو کوئی نیا راستہ نہ مل جائے گا۔ پھر میں نہیں سمجھتا کہ اسے اس قدر اہم فوجداری سوال کس طرح بنادیا گیا اور کیوں اس واقعہ کی اطلاع پہنچتے ہی پولیس اور مجسٹریٹوں کے اندر ہیجان پیدا ہوگیا۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو تخفیفیں ہورہی ہیں اور حکومت کی طرف سے افسروں کو یہ تاکید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دوروں کو کم کردیں اور بعض جگہ تو اتنی سخت تنگی کی گئی ہے کہ خود حکومت تسلیم کرتی ہے کہ کام کو بہت نقصان پہنچا ہے مگر ہمارے خلاف معاملہ ہو تو اتنی فراخدلی برتی جاتی ہے کہ جو افسر اٹھتا ہے وہ جھٹ دورے پر قادیان آجاتا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ یا تو مالی تنگی کا جو شکوہ کیا جاتا ہے وہ غلط ہے اور یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی زمین کے بہانہ سے افسروں کے دورے اور احکام کسی نہ کسی افسر کے عناد اور دشمنی کا ایک مظاہرہ ہیں۔ گورنمنٹ کا فرض تھا کہ وہ دیکھتی کہ اس پُل کی وجہ سے جو اس کے افسروں نے اتنے دورے کئے ہیں تو کیوں اور کن اغراض و مقاصد کے ماتحت اور کس افسر کے حکم سے ایسا ہوتا رہا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ کیا انہوں نے یہ تمام خرچ گھر سے کیا تھا یا گورنمنٹ کے خزانے سے۔ اگر گورنمنٹ کے خزانہ سے یہ تمام خرچ کیا گیا ہے تو بتلایا جائے کہ اتنی دریادلی سے کیوں کام لیا گیا۔ گورنمنٹ کسی باہر کے افسر کو مقرر کرکے دیکھ لے وہ تحقیقات کے بعد یہی بیان دے گا کہ کوئی پبلک راستہ روکا نہیں گیا۔ پس سوال صرف ڈسٹرکٹ بورڈ کی چند فٹ کی

زمین کا ہے اور یہ ایک دیوانی سوال ہے نہ کہ فوجداری- پس جب کہ تمام گلیاں ہماری اپنی زمین میں ہیں تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ ان افسروں سے پوچھے کہ تم نے کیوں اتنا روپیہ برباد کیا اور اس وفادار جماعت کو ناحق دق کیا مگر گورنمنٹ نے یہ رویہ اختیار نہ کیا اور نہ ہی یہ ضرورت سمجھی کہ افسروں سے بازپُرس کرے- پس اس واقعہ سے بھی صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ ہمیں دق کرنے کی منظّم کوشش کی جارہی تھی اور اس کارروائی کا ہمیں چھیڑنے کے سوا کوئی منشاء نہ تھا- ورنہ کجا ڈسٹرکٹ بورڈ کی چند فٹ کی زمین کا جھگڑا اور کجا حکومت کی دھمکیاں اور فوجداریاں-

تیسرا واقعہ: یہ ہے کہ ہمارے جلسہ سالانہ ۳۳ء پر احراری غیراحمدیوں نے بھی اپنا ایک جلسہ کیا- ۲۸- دسمبر کو ہمارا جلسہ ختم ہوا اور ۲۹ کو ان کا جلسہ ہوا- اس کے متعلق جیسا کہ قاعدہ ہے گورنمنٹ کو فکر ہوا کہ کہیں کوئی فساد نہ ہوجائے- چنانچہ مجسٹریٹ صاحب علاقہ آئے اور ناظر صاحب امورعامہ سے خواہش کی کہ آپ اپنے آدمیوں کو وہاں جانے سے روک دیں- ناظر صاحب نے وعدہ کیا کہ ہم اپنی جماعت کے لوگوں کو روک دیں گے- چونکہ ہمارے جلسہ میں پندرہ بیس ہزار کے قریب آدمی باہر سے شامل ہوتے ہیں اور چھ سات ہزار کے قریب قادیان کے رہنے والے ہیں اور اتنے آدمیوں کو حکم سے آگاہ کرنا اور ان سے تعمیل کروانا بہت مشکل کام ہے اس لئے محکمہ کی طرف سے علاوہ لوگوں کو روکنے کے یہ تجویز بھی کی گئی کہ گلی کے دونوں طرف آدمی مقرر کردیئے تاکہ جن احمدیوں کو وہ پہچانیں انہیں جلسہ میں نہ جانے دیں اور ایک آدمی کو مسجد کے سامنے کھڑا کردیا گیا تاکہ اگر کوئی بھول کر آبھی جائے تو اسے واپس کردیا جائے- یہ شخص مرکزی محکمہ کا ایک کلرک تھا جو زیادہ احمدیوں سے واقف تھا- پس جو احمدی وہاں جاتا اسے وہ صاحب کہہ دیتے کہ یہاں جانے کی آپ کو ممانعت ہے- اسی کام کے دوران میں اس دوست نے جو دروازہ پر مقرر تھے معلوم کیا کہ احراریوں کی طرف سے چیلنج دیا جارہا ہے کہ فلاں بات کا جواب احمدی دیں اور اس پر انہوں نے ایک رقعہ ناظر دعوت کو لکھا کہ بہتر ہو کسی مبلّغ کو بھجوادیا جائے- اس پر ناظر صاحب دعوت و تبلیغ نے مولوی محمد سلیم صاحب کو جو ہونہار نوجوان' یونیورسٹی کے گریجویٹ اور جماعت کے ہوشیار مبلّغوں میں سے ایک مبلّغ ہیں' وہاں بھیج دیا- جنہوں نے چیلنج کے جواب میں رقعہ لکھا کہ کیا ہم بول سکتے ہیں اور جواب نفی میں ملنے پر وہ امن اور خاموشی کے ساتھ اٹھ کر چلے آئے-

اسی عرصہ میں پولیس والوں نے معاً ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس جو اس وقت قادیان میں ہی تھے' اپنا آدمی دوڑایا کہ احمدی حملہ کرکے آگئے ہیں' آپ جلد آئیں- گویا احمدی مبلغ کا رقعہ احمدیوں کا حملہ بن گیا- مجھ سے خود ایک ذمہ دار پولیس کے اعلیٰ افسر نے بیان کیا کہ آپ کی جماعت نے سخت نامعقولیت کی کیونکہ اس موقع پر کہ احرار کے لوگ کثرت سے آئے ہوئے تھے اور ہندوؤں اور سکھوں میں بھی آپ کے خلاف جوش ہے اگر فساد ہوجاتا تو نہ معلوم کیا ہوجاتا- ایسے مواقع پر مکان جلادیئے جاتے اور محلے تباہ کردیئے جاتے ہیں- خیر اس واقعہ کے بعد یہ مشغلہ حکام کے ہاتھ آگیا اور اس پر کارروائی شروع ہوگئی اور آدمی پر آدمی آنا شروع ہوگیا کہ یہ کیا غضب ہوگیا- ہم نے انہیں کہا کہ آپ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ احمدیوں کو اس جلسہ میں جانے سے روکا جائے پھر کون سا طریق تھا جو ہم انہیں روکنے کیلئے اختیار کرتے- پندرہ ہزار میں سے بیشک کافی حصہ اس دن واپس چلا گیا تھا مگر رمضان المبارک کی وجہ سے اور کچھ میری ملاقات کی وجہ سے پانچ چھ ہزار سے زائد مہمان ابھی یہاں موجود تھا' سات ہزار کے قریب قادیان کے احمدی تھے' ان دس بارہ ہزار آدمیوں کو روکنے کی آخر کیا تدبیر اختیار کی جاتی- پھر آپ نے خود کہا تھا کہ احمدیوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی وہاں نہ گیا پھر اس میں فساد کی کیا صورت ہوسکتی ہے- مگر ان دلائل کی کوئی شنوائی نہ ہوئی اور یہی کہا گیا کہ اگر فساد ہوجاتا تو کئی خون ہوجاتے' ہزاروں آدمی جیل میں چلے جاتے اور مکانات جل جاتے' وہاں تین ہزار آدمی جن میں ہندو اور سکھ بھی تھے جمع تھے جو سب آپ کے مخالف تھے اور فساد کا سخت خطرہ تھا- حالانکہ تین ہزار آدمی اس مسجد میں بھی جس میں مَیں خطبہ پڑھ رہا ہوں' سما نہیں سکتا اور وہ مسجد تو جہاں جلسہ ہو رہا تھا نہایت چھوٹی سی ہے اور ایک ہزار آدمی بھی اس میں نہیں آسکتا- گورنمنٹ کے پاس جو رپورٹ کی گئی' اس کے متعلق خود ایک اعلیٰ افسر نے مجھ سے بیان کیا کہ اس رپورٹ میں بیان کیا گیا تھا کہ احمدی وہاں گئے اور انہوں نے فساد برپا کرنا چاہا لیکن ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے وہاں جاکر فساد رفع دفع کیا- جب میں نے کہا کہ میری رپورٹ یہ ہے کہ سوائے ان چند آدمیوں کے جن کو اس امر کیلئے مقرر کیا گیا تھا کہ احمدیوں کو وہاں جانے سے منع کریں اور سوائے مبلّغ اور اس کے دو تین ساتھیوں کے وہاں کوئی نہیں گیا اور نہ کوئی فساد ہوا- تو اس افسر نے کہا کہ آخر اتنے بڑے افسر کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی- میں نے اس کا یہی جواب دیا کہ

بیشک انہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں مگر میں بھی اپنے آدمیوں کی سچائی کو جانتا ہوں اس لئے میں دوبارہ تحقیق کراؤں گا کہ یہ اختلاف کیونکر پیدا ہوا ہے۔

چنانچہ میں نے دوبارہ تحقیق کرائی اور ناظر متعلقہ نے بعد تحقیق رپورٹ کی کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کا اپنا ایک بھائی اس موقع پر قادیان میں اور ان کی مجلس میں موجود تھا اور معززین بھی وہاں موجود تھے ان سے گواہی لے لی جائے کہ جو واقعہ ہم بیان کرتے ہیں وہی درست ہے۔ واقعہ صرف یہ ہے کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس ایک سپاہی آیا اور اس نے بیان کیا کہ فساد کا خطرہ ہے وہ کوٹ پہن کر گئے مگر ابھی احراریوں کے جلسہ گاہ میں نہ پہنچے تھے کہ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اب ضرورت نہیں رہی' فساد کا اندیشہ نہیں ہے۔ کچھ عرصہ ہوا یہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب مجھ سے ملے تو میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور پوچھا کہ آپ نے ایسی رپورٹ کس طرح کی جبکہ آپ جلسہ پر نہ گئے اور نہ کسی فساد کو رفع کیا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ نہ میں نے یہ رپورٹ کی اور نہ میں وہاں جلسہ پر گیا تھا جب یہ واقعہ ہوا ہی نہیں تو میں کس طرح غلط رپورٹ کرسکتا تھا۔ اب تعجب ہے کہ ایک ذمہ دار افسر تو میرے پاس آکر یہ بیان کرتا ہے کہ جماعت نے اتنی نامعقولیت کی کہ قریب تھا کہ وہاں خون ہوجاتے' ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ وہاں پہنچے تو انہوں نے فساد کو روکا مگر وہ ڈپٹی صاحب کہتے ہیں کہ نہ کوئی فساد ہوا' نہ میں وہاں گیا اور نہ میں نے ایسی کوئی رپورٹ کی۔ اب بتاؤ کہ ان مشکلات میں ہم کیا کرسکتے ہیں۔ پہلے واقعہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب' سپرنٹنڈنٹ پولیس اور مجسٹریٹ کی تکذیب کرتے ہیں اس واقعہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب سپرنٹنڈنٹ صاحب کی تکذیب کرتے ہیں لیکن ہر غلطی کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑتا ہے۔ جس سے ہم تو یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے ساتھ فریب کیا جارہا تھا' دھوکا کیا جارہا تھا' کوئی نہ کوئی افسر ایسا حکومت پنجاب میں تھا جو یہ سب کھیل ہمیں ستانے اور دق کرنے کیلئے کھیل رہا تھا۔ کیونکہ بڑے افسر تبھی ایک دوسرے کی تکذیب پر مجبور ہوتے ہیں جبکہ واقعہ میں غلط بیانی سے کام لیا جارہا ہو۔ اب مَیں پھر اپنے مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے کہتا ہوں کہ اگر واقعہ ہی کوئی نہیں ہوا تو سرکاری افسروں نے ہم پر حرف گیری کیوں کی اور ہمیں ڈراوے اور دھمکیاں کیوں دی گئیں۔ کیا ایسے حکام کے ماتحت کوئی امن سے رہ سکتا ہے جن میں سے ایک ذمہ دار افسر ایک دوسرے ذمہ دار افسر پر جھوٹ کا الزام لگارہا ہو اور جو وفادار رعایا کو ناحق

دق کررہے ہوں- میں حلفیہ شہادت دینے کیلئے تیار ہوں کہ میں نے ان دو سرکاری افسروں سے جو کچھ سنا وہی بیان کیا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان افسروں میں سے جس نے بھی جھوٹ بولا ہوگا گورنمنٹ اس سے پوچھے یا نہ پوچھے' خداتعالیٰ اس سے ضرور پوچھے گا- اسی سلسلہ میں ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ احمدیوں نے وہاں شعر پڑھے اور احرار کے جلسہ میں شورش پیدا کرنی چاہی- جس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جلسہ سالانہ کے موقع پر احمدی زمیندار بھی بکثرت آتے ہیں اور ہمیشہ پنجابی ڈھولے فراغت کے وقتوں میں پڑھتے رہتے ہیں- ایسے کچھ دوست اسی محلّہ میں ایک احمدی کے مکان میں کچھ ڈھولے پڑھ رہے تھے جس پر پولیس نے ان کو روکا اور گو ان کا روکنا سراسر ناجائز تھا' وُہ رُک گئے- مگر اس کا نام یہ رکھا گیا کہ احمدیوں نے جلسہ گاہ کے اندر یا قریب شعر پڑھ پڑھ کر جلسہ کو خراب کرنا چاہا-

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ یہاں کی پولیس کی طرف سے یہ رپورٹ کی گئی کہ ایک سرکاری افسر کی ڈیوٹی میں احمدیوں کی طرف سے رکاوٹ ڈالی گئی ہے- اگر ایسا ہو تو واقع میں یہ ایک ایسا جُرم ہے جس پر سزا ملنی چاہیئے کیونکہ اگر اس امر کی اجازت دے دی جائے تو حکومت کا کام ہی معطل ہوجائے- ایک پولیس مین پہرہ دینے لگے اور کوئی اسے روک دے تو مال و جان کی حفاظت کس طرح ہو' اگر ایک پوسٹ مین کو ڈاک کی تقسیم سے روکا جائے تو ڈاک کے رُکنے سے تجارت اور دیگر کام بھی رُک جائیں' اگر کوئی مجسٹریٹ کو عدالت میں جانے سے روک دے تو انصاف کا محکمہ باطل ہوجائے' غرض یہ قانون ضروری ہے کہ سرکاری ملازموں کو ان کے فرض منصبی سے کوئی نہ روکے اور جو روکے اسے سزاد دی جائے- پس اگر یہ جُرم کسی احمدی پر ثابت ہو تو یقیناً ہم خود اس کے خلاف کارروائی کریں لیکن یہ واقعہ سرکاری کام میں روک پَیدا کرنے کا گزشتہ واقعات کی طرح اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے- واقعہ یوں ہے کہ ڈاک خانہ کا ایک کلرک جس کا احراریوں سے بھی تعلق تھا اور احمدیوں سے بھی' اسے اس کے ایک احمدی دوست نے کہا کہ یہ اچھی بات نہیں کہ ہم سے بھی تعلق رکھتے ہو اور احراریوں سے بھی- بس اس قدر بات کا کہنا ایک سرکاری افسر کے فرض منصبی میں رکاوٹ ڈالنا قرار دیا گیا- گویا احراریوں سے ملنا ڈاک خانہ کے فرائض میں سے ایک فرض ہے اور بابو کا یہ کام ہے کہ جہاں وُہ منی آرڈر کرے' وہاں احراریوں سے بھی ملے- اس رپورٹ پر پولیس دوڑی چلی آئی اور گھبراہٹ کا ایک عالم طاری ہوگیا- ہم الگ حیران کہ خدایا یہ کیا جُرم ہوگیا-

گو ہر الزام بعد میں غلط ہی نکلتا تھا لیکن جماعت کی اصلاح پر نظر رکھتے ہوئے میں ہر دفعہ اپنے ہی آدمیوں پر ناراض ہوتا کہ آپ لوگ اعتراض کا موقع ہی کیوں دیتے ہیں۔ اس دفعہ بھی میں نے ایسا ہی کیا گو حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک میری طبیعت میں بھی اس قدر اشتعال پیدا ہو چکا تھا کہ اگر جماعت کی ذمہ داری میرے سر نہ ہوتی تو میں جیل جانا پسند کرتا لیکن اس روزمرہ کی چھیڑخانی کو برداشت کرنے سے انکار کر دیتا۔ بہرحال اس دفعہ پھر حکومت کی مشینری شدت کے ساتھ حرکت میں آئی اور میں نے بھی اپنی جماعت کے لوگوں کو ڈانٹنا شروع کیا کہ کیوں آپ لوگ سلسلہ کی عزت کے خیال سے اپنے جوشوں کو دبا کر نہیں رکھتے۔ ذلّت برداشت کرلو لیکن ان باتوں سے بچو جن سے سلسلہ کی ہتک ہوتی ہے۔ اس دفعہ ایک انسپکٹر صاحب پولیس تفتیش کیلئے مقرر کئے گئے انہوں نے یہاں آکر بیان لئے اور ڈاک خانہ کے اس کلرک نے جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ اسے اپنے فرائض منصبی سے روکا گیا ہے' باوجود مخالفت کے صاف کہہ دیا کہ اسے ڈاک خانہ کے کام سے کسی نے نہیں روکا۔ صرف اس کے ایک دوست نے اس سے شکوہ کیا تھا کہ تم ہمارے بھی دوست بنتے ہو اور احرار سے بھی میل جول رکھتے ہو' ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ پولیس بیانات لے گئی اور ہم نے سمجھا کہ یہ معاملہ رفع دفع ہوگیا مگر بعد میں بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ اُوپر یہ رپورٹ کی گئی ہے کہ شکایت تو درست تھی لیکن غالبًا کلرک کو احمدیوں نے ورغلالیا ہے' اس لئے وہ اب منکر ہوگیا ہے۔

اب اگر یہ رپورٹ درست ہے تو سمجھ لو کہ ہمارے لئے کس قدر مشکلات پیدا کردی گئی ہیں۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اگر کوئی احمدی ہمارے حق میں شہادت دے تو اسے یہ کہہ کر ردّ کردیا جائے گا کہ یہ احمدی ہے اور جھوٹ بولتا ہے' اگر غیراحمدی ہمارے حق میں شہادت دے تو یہ کہا جائے گا کہ اسے احمدیوں نے ورغلالیا ہے گویا ہمارے معاملہ میں صرف وہی گواہی سچی سمجھی جائے گی جو ہمارے خلاف ہو۔ ان حالات میں ہمارے لئے اپنی عزت کی حفاظت کیلئے کیا صورت رہ جاتی ہے اور ہمارے لئے انصاف پانے کا کون سا ذریعہ باقی رہ جاتا ہے۔ لطیفہ یہ ہے کہ ابھی چند ماہ ہوئے ہائی کورٹ میں ایک مقدمہ پیش تھا' جج صاحب ایک انگریز تھے' ان کے سامنے ایک فریق کے وکیل نے کہا کہ صاحب دوسرا فریق احمدی ہے اور گواہ بھی احمدی ہیں۔ اس پر منصف مزاج جج نے اس کو اس دلیل کے پیش کرنے سے

روک دیا کہ مسلمانوں کے مقدمہ میں مسلمانوں کی، ہندوؤں کے مقدمہ میں ہندوؤں کی گواہی سنی جاتی ہے تو احمدیوں کے مقدمہ میں احمدیوں کی گواہی کیوں قبول نہ کی جائے گی- دوبارہ پھر اس امر کی طرف اشارہ کرنے پر فاضل جج نے کہا کہ میں نے مسل کا مطالعہ کیا ہے اور میرے نزدیک احمدی گواہوں نے عام گواہوں سے زیادہ سچی گواہی دی ہے اس لئے میں اس دلیل کو سننے کیلئے تیار نہیں- حکومت کا عدالتی حصہ یہ رویہ اختیار کرتا ہے اور انتظامی وہ جو اوپر بیان ہوا-

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

پانچواں واقعہ: جب گورنمنٹ کی طرف سے ہم پر اتنی مہربانیاں ہو رہی تھیں کہ کہیں تعمیر مسجد کا شاخسانہ کھڑا کرکے ہم پر یہ الزام لگایا جارہا تھا کہ ہم نے احراریوں پر حملہ کیا، کہیں پھاٹک کا واقعہ پیش کرکے بتایا جاتا تھا کہ احمدیوں نے سڑکیں روک لیں، کہیں جلسہ غیراحمدیاں کے موقع پر رپورٹ کی جاتی تھی کہ ہزاروں خون ہونے کا احتمال تھا، کہیں ڈاک خانہ کے بابو کے فرائض منصبی میں رکاوٹ ڈالنے کا الزام ہم پر عائد کیا جاتا تھا، اس وقت ایک ذمہ دار پولیس افسر نے مجھ سے بھی اور بعض دیگر کارکنانِ جماعت سے کہا کہ حکومت ہم سے پوچھتی ہے کہ کیوں احمدیوں کی اس قدر رعایت کی جاتی ہے، کیوں یہاں تعزیری چوکی مقرر کرنے کی سفارش نہیں کی جاتی- کوئی بتائے کہ آج تک کہیں بھی ایسا ہوا ہے کہ کسی نے سمال ٹاؤن کمیٹی کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عمارت کی تعمیر کرنی شروع کردی ہو، کسی نے قانون شکنی کرکے دوسرے فریق کو دق کرایا ہو اور دھمکی پُرامن فریق کو دی جائے کہ تم پر تعزیری چوکی قائم کرنے کا حکومت کو خیال ہے-

چھٹا واقعہ: اس اندھیرگردی کا یہ ہے کہ کسی نے جھوٹی رپورٹ کردی کہ بعض احمدیوں نے سکھوں کے ایک گاؤں میں جاکر کہا ہے کہ حضرت باوانانک علیہ الرحمۃ گائے کا گوشت کھایا کرتے تھے- میں نے جب یہ بات سنی تو مجھے طبعاً بُرا معلوم ہوا اور میں نے سمجھا کہ اگر کسی احمدی نے ایسا کہا ہے تو اس نے غلطی کی کیونکہ ہم حضرت باوا صاحب کی طرف جو امور منسوب کرتے ہیں، وہ ان کے شبدوں میں موجود ہیں مگر جہاں تک میرا علم ہے، گو میں سکھوں کے مذہب کا زیادہ واقف نہیں، ایسا کوئی شبد نہیں جس میں یہ ذکر ہو کہ باوا صاحب نے گائے کا گوشت کھایا- پس اگر ایسا ہوا تو علاوہ اس کے کہ یہ ایک اشتعال انگیز فعل تھا،

خلافِ واقعہ امر بھی تھا- پس کارکنوں نے فوراً تحقیقات کرائی تاکہ اگر کسی نے یہ غلطی کی ہے تو اس سے گرفت کی جائے لیکن معلوم ہوا کہ کسی احمدی نے یہ الفاظ نہیں کہے ہاں انہیں یہ شکوہ تھا کہ باوا صاحب کو مسلمان کہا گیا- اس میں شبہ نہیں کہ سکھ اس پر بھی برا مناتے ہیں مگر ہم تو مسلمان اچھی چیز کو سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک مسلمان ہونا ایک عزت کی بات ہے نہ کہ مذمت کی بات- ہمارے اور سکھوں کے اس اختلاف کی ایسی ہی مثال ہے جیسے برہمو سماج والے الہام کو بُرا سمجھتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ کیا خدا کی کوئی زبان ہے یا وہ بھی کوئی بولی بولتا ہے مگر ہم تو الہام کو سب سے بڑا انعام سمجھتے ہیں اور جب ہم کسی بزرگ سے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اسے الہام ہوتا تھا تو اسے اللہ تعالیٰ کا ایک مقرب بندہ سمجھتے ہیں- اسی طرح کسی کو مسلمان کہنا ہمارے نزدیک کسی کی ہتک نہیں بلکہ اس کی عزت کا موجب ہے- پس گو سکھ قوم کا یہ حق ہے کہ وہ کہے کہ تم جو کچھ کہتے ہو غلط کہتے ہو مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم باوا صاحب کی ہتک کرتے ہیں- پھر ہم انہیں مسلمان ہی نہیں بلکہ بزرگ اور ولی اللہ سمجھتے ہیں اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ بزرگ اور ولی اللہ کہنا کسی کی ہتک نہیں بلکہ عزت کی بات ہوتی ہے پس وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے ان کی ہتک کی-

غرض اصل واقعہ بالکل کچھ اور نکلا جس میں باوا صاحب کی ہرگز ہتک نہیں تھی مگر گورنمنٹ کے محکمہ نے یہ کارروائی کی کہ رپورٹ کرتے ہوئے لکھ دیا کہ احمدیوں نے فی الواقع ایسا کہا تھا حالانکہ یہ بات تحقیقات سے غلط ثابت ہوچکی تھی- پھر اندر ہی اندر کوئی کارروائی ہوتی رہی جس کے ظاہر کرنے پر نہ ہم تیار ہیں اور نہ اس میں کوئی فائدہ ہے- غرض صرف یہ تھی کہ سکھ قوم میں جوش پھیلے حالانکہ اگر سکھوں کو اشتعال دلانے والی کوئی بات ہوتی تو میں خود احمدیوں کو سزا دیتا-

ساتواں واقعہ: احراری اپنی مجلس میں ہماری جماعت پر طرح طرح کے اتہام لگاتے ہیں' گندی سے گندی گالیاں دیتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہایت بُرے الفاظ میں یاد کرتے ہیں- یہ رپورٹیں پولیس کی طرف سے جاتی ہیں مگر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوتی- اس پر قدرتی طور پر ہمارے بعض نوجوانوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی ان کی تقریروں کے نوٹ لے لیا کریں چنانچہ بعض نے ایسا کیا' وہ صرف نوٹ لیتے تھے' زبانی گفتگو نہیں کرتے تھے- ہمارے جلسوں میں بھی پولیس اور دوسرے لوگ

باقاعدہ آتے ہیں اور نوٹ لیتے ہیں مگر ہم نے کبھی بُرا نہیں منایا- ایک دن تو غلطی سے پولیس والا اپنی وردی ہی میں آکر میرے خطبہ کو لکھنے کیلئے مسجد میں بیٹھ گیا حالانکہ ایسے موقعوں پر مسجد میں ان کو وردی پہن کر آنے کا حکم نہیں- بہرحال ہمیں پتہ ہے کہ وہ ہماری تقریروں کے نوٹ لے جاتے ہیں بلکہ ہم خود تیار ہیں کہ اگر بعض نوٹ ان کے رہ جائیں تو وہ ہم سے پوچھ لیں- پس تقریروں کے نوٹ لینے میں کوئی حرج نہیں- جلسہ سالانہ کے ایام میں سینکڑوں لوگ جن میں ہندو اور سکھ بھی ہوتے ہیں' میری تقریروں کے نوٹ لیتے ہیں اور مجھے اس سے کبھی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ خوشی ہوتی ہے کہ لوگ ان باتوں کو دہرائیں گے- اور یہ صاف بات ہے کہ اچھی بات کے نوٹ لئے جانے پر گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی اور جبکہ ہم قانون شکنی بھی نہ کررہے ہوں تو کسی کے نوٹ لینے پر ہمیں کیا شکوہ ہوسکتا ہے- پس ہمارے آدمیوں نے نوٹ لینے شروع کردیئے لیکن مجسٹریٹ صاحب نے ناظر امورعامہ اور لوکل پریذیڈنٹ کو یہ نوٹس دے دیا کہ گورنمنٹ کو اطلاع ملی ہے کہ احمدی وہاں جاکر نوٹ لیتے ہیں آئندہ وہاں کوئی احمدی نہ جایا کرے اگر کوئی جائے گا تو اس کو زیر دفعہ نمبر ۱۰۷ ضابطہ فوجداری گرفتار کرلیا جائے گا- حالانکہ صرف نوٹ لینا ایسا فعل نہیں ہے جو دفعہ نمبر ۱۰۷ کے ماتحت آئے- اگر ایسا ہی ہو تو گورنمنٹ کو تمام کالجوں پر یہ لکھ کر لگادینا چاہیئے کہ آئندہ کوئی طالب علم نوٹ نہ لیا کرے' ورنہ اس پر دفعہ ۱۰۷ کا نفاذ کردیا جائے گا- سوال یہ ہے کہ جو نوٹ لئے گئے وہ نیک باتوں کے تھے یا بری باتوں کے' اگر نیک باتوں کے تھے تو اس پر اعتراض کیا ہے اور اگر وہ بُری باتیں تھیں تو گورنمنٹ اب تک خاموش کیوں رہی- ناظرصاحب امورعامہ تو اس دن یہاں تھے نہیں' لوکل پریذیڈنٹ سے مجسٹریٹ کے اس تحریری نوٹس پر دستخط کروائے گئے- قانونی مشیروں کا مشورہ ہمیں یہی تھا کہ اس نوٹس کی خلاف ورزی کی جائے کیونکہ یہ نوٹس ناجائز اور قانون کے منشاء کے خلاف ہے مگر میں نے کہا کہ چونکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم گورنمنٹ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں' اس لئے گو نہایت اعلیٰ درجہ کے قانون دانوں نے چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو شامل کرتے ہوئے مجھے یہ مشورہ دیا کہ ہم اس کی خلاف ورزی کریں گے کیونکہ ہائی کورٹ کے متواتر فیصلے موجود ہیں کہ اگر جائز کام کرتے ہوئے کسی کو اشتعال آتا ہے تو گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ اسے پکڑے جسے اشتعال آتا ہے نہ کہ جائز کام کرنے والے کو مگر ہماری طرف سے پھر بھی اس نوٹس کا احترام کیا گیا-

حالانکہ اگر دفعہ ۱۰۷ کا نفاذ جائز تھا تو احراریوں پر اس کا نفاذ ہونا چاہیئے تھا- لطیفہ یہ ہے کہ نوٹس میں بھی یہ فقرہ نہیں لکھا گیا کہ تم اشتعال دلاتے ہو بلکہ فقرہ یہ ہے کہ تم نوٹ لیتے ہو- گویا تسلیم کیا گیا ہے کہ ہمارے آدمی صرف خاموشی سے نوٹ لیتے تھے اور مجسٹریٹ صاحب کی عجیب ذہنیت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس سے احرار کو فوری اور جائز جوش آنے کا احتمال ہے- اب سوال یہ ہے کہ اگر کل مجسٹریٹ صاحب کے ذہن میں یہ بات آجائے کہ احمدیوں کے کوٹ پہننے پر یا عمامہ باندھنے پر احراریوں کو اشتعال آتا ہے تو کیا ثبوت ہے کہ وہ کل کو ہمیں کوٹ پہننے اور عمامہ باندھنے سے نہیں روک دیں گے- ہماری کون سی بات ہے جس پر احراریوں کو اشتعال نہیں آتا وہ تو ہماری ہر بات کو دیکھ کر جلتے بُھنتے رہتے ہیں-

آج کل الیکشن ہے اس میں ووٹ دینے پر بھی انہیں اشتعال آتا ہے' ہمارے مسلمان کہلانے پر انہیں اشتعال آتا ہے' ہم حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو مسیح موعود مانتے ہیں اور انہیں جوش آتا ہے' ہم انہیں نبی تسلیم کرتے ہیں تو انہیں غصہ آجاتا ہے' ہر اک شخص جو احمدیت میں داخل ہوتا ہے ان کو حسد کی آگ میں جلانے کا موجب ہوتا ہے' پھر کیا وہ ان سب باتوں سے ہم لوگوں کو دفعہ ۱۰۷ کے ماتحت روک دیں گے- آخر وہ کونسا مابہ الامتیاز ہے جس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جلسہ میں امن سے نوٹ لینے پر تو وہ نوٹس دے سکتے ہیں لیکن اوپر کی باتوں پر نہیں- پس اس نوٹس نے بتادیا ہے کہ آئندہ کیلئے کسی قسم کی آزادی احمدی جماعت کو حاصل نہیں ہوگی کیونکہ حکومت نے اس نوٹس دینے والے کے خلاف اب تک کوئی کارروائی نہیں کی حالانکہ اس تک یہ معاملہ پہنچ چکا ہے- پس ہم مجبور ہیں کہ یہ سمجھیں کہ کم سے کم اس ضلع کی حکومت احراری ہے اور ہم پر برطانیہ نہیں بلکہ اس کے بعض مجسٹریٹوں کے ذریعہ سے احرار حکومت کررہے ہیں-

آٹھواں واقعہ: یہ ہے کہ قادیان کے کچھ غیراحمدی لوگ احراریوں کے بُرے رویہ سے تنگ آکر اور کچھ ہمارے آدمیوں کے کہنے پر کہ تمہارے تعلقات ہمارے ساتھ اچھے ہیں تم کیونکر ہماری نسبت احرار کی گالیوں کو برداشت کرتے ہو' اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ وہ جمعہ الگ پڑھیں- چنانچہ انہوں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ سے وہ الگ اس محلّہ کی مسجد میں جمعہ پڑھا کریں جو قادیان کے شمال کے آخری سرے پر ہے اور خوجوں والی مسجد کہلاتی ہے- مسجدارائیاں جس میں احراری نماز جمعہ پڑھتے ہیں وہ قادیان کے جنوب کی طرف ہے گویا

دونوں ایک دوسرے سے مخالف سمت پر اور کافی فاصلہ پر ہیں اور ایک جگہ کی آواز دوسری جگہ تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ ایک مسجد میں داخل ہونے والے دوسری مسجد میں داخل ہونے والوں کو دیکھ سکتے ہیں یہ دونوں مسجدیں اس وقت غیراحمدیوں کے قبضہ میں ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے بعض اوقات خوجوں والی مسجد میں بھی جمعہ ہوتا رہا ہے مگر اب کچھ عرصہ سے غالباً وہاں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ جن لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ جمعہ الگ پڑھا جائے ان کے متعلق احرار یہ کب برداشت کرسکتے تھے کہ وہ ان سے علیحدہ ہوجائیں اس پر فوراً حکام کو تار دی گئی کہ احمدی ہماری مسجد پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور مقامی پولیس نے بھی مجسٹریٹ علاقہ کو تار دی کہ احمدی مسجد پر فساد کررہے ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب قادیان آئے اور آتے ہی جمعہ پڑھنے والوں کو سختی سے روک دیا کہ وہ انہیں اس مسجد میں جمعہ نہیں پڑھنے دیں گے۔ اب دیکھو کہ کس قدر دروغ بیانی سے اس واقعہ میں کام لیا گیا ہے نہ کسی احمدی نے حملہ کیا نہ احمدیوں نے مسجد سے کسی کو روکا اور نہ جمعہ پڑھنے والے احمدی تھے مگر تار یہ دی گئی کہ احمدی فساد کرنے لگے ہیں حالانکہ اس موقع پر صرف دو احمدی تھے ایک نمبردار جس کی نسبت خود ہیڈ کانسٹیبل نے تسلیم کیا کہ وہ اسے خود مدد کیلئے لے گیا تھا اور دوسرا میونسپل کمیٹی کا کلرک جسے ہیڈ کانسٹیبل تسلیم کرتا ہے کہ وہ خالی کھڑا تھا اور یہ کہ اس نے تار لکھوانے میں اس سے مدد لی اس واقعہ کا نام احمدیوں کا فساد رکھ دیا گیا۔ ہمارے جو آدمی اس موقع پر تھے ان کا بیان ہے کہ اس موقع پر مجسٹریٹ صاحب نے ہیڈ کانسٹیبل سے پوچھا کہ کون کون احمدی وہاں تھے اور اس نے اوپر بیان شدہ دو آدمیوں کا ہی نام لیا اور تسلیم کیا کہ ان میں سے نمبردار وہاں پہلے موجود نہ تھا ہیڈ کانسٹیبل اسے خود ساتھ لے گیا تھا۔

پس پولیس کے آنے سے پہلے صرف میونسپل کمیٹی کے کلرک کا وہاں ہونا ثابت ہوا۔ اب اس ایک شخص کا وہاں اتفاقاً کھڑا ہونا احمدیوں کا فساد بن گیا گویا اس ایک شخص میں فوجوں کی طاقت جمع تھی کہ اسے احرار کا سر کچلنے کیلئے احمدیہ جماعت نے وہاں بھجوایا تھا مگر مجسٹریٹ صاحب نے اس بیان سے تسلی نہیں پائی۔ کہا جاتا ہے انہوں نے بار بار ہیڈ کانسٹیبل کو کہا کہ ارے یہ احراری لوگ تو کہتے ہیں کہ بہت سے احمدی تھے کیا یہ یونہی نام لیتے ہیں' بتا کون کون لوگ تھے مگر اس پر بھی اس نے یہی کہا کہ یہی دو احمدی تھے جن کا میں نے ذکر کیا ہے اس تحقیق کے بعد مجسٹریٹ نے کہا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ کیا کہ سنو میاں ہیڈ کانسٹیبل! یہاں مسجد

میں کوئی احمدی داخل نہ ہو اگر کوئی وضو یا نہانے کیلئے بھی آئے تو اسے وہیں ہتھکڑی لگالو۔ دیکھو نا خواہ کتنی بھی بڑی حیثیت کا احمدی ہو' اسے ہتھکڑی لگالینا پھر میں دیکھ لوں گا اس سے مراد سوائے خلیفہ کے یا ناظروں کے اور کون ہوسکتا ہے۔ مگر کیا پچھلی ہسٹری بتاتی ہے کہ ان کی مسجدوں میں کبھی خلیفہ گیا' اگر نہیں تو سوائے اس کے کہ جماعت احمدیہ کی بِلاوجہ دلآزاری کی جائے ان الفاظ کا اور کیا مطلب تھا۔ جہاں مجسٹریٹ کسی کی ہتک کرتے ہوں' وہاں لوگوں کے اخلاق کہاں درست رہ سکتے ہیں۔ پھر اگر بڑی سے بڑی حیثیت سے مراد جماعت کا خلیفہ نہیں تو کیا ناظر مراد ہیں مگر کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ وہاں ناظر جایا کرتے ہیں یا نائب ناظر جایا کرتے ہیں یا نائب ناظر نہ سہی مختلف صیغوں کے انچارج ہی وہاں جایا کرتے ہیں اگر وہ بتادیں گے تو ہم ان کا حق سمجھ لیں گے کہ انہوں نے جو کچھ کہا درست کہا۔ لیکن اگر ہمارے چھوٹے چھوٹے افسر بھی ان کی مسجدوں پر قبضہ کرنے کے جُرم کے کبھی مرتکب نہیں ہوئے تو اسے احمدیوں کا حملہ قرار دینا اور کہنا کہ اگر بڑی سے بڑی حیثیت کا احمدی بھی آجائے تو اسے ہتھکڑی لگالو' سوائے دلآزاری کے اور کیا مطلب رکھتا ہے۔ گورنمنٹ بتلائے کہ سکھوں کے گردواروں اور ہندوؤں کے مندروں کے متعلق آئے دن جو جھگڑے ہوتے رہتے ہیں ان میں کیا یہی کہا جاتا ہے کہ اگر بڑی سے بڑی حیثیت کا آدمی بھی آئے تو اسے ہتھکڑی لگالو۔ کیا سرکار کے دو قسم کے حکم ہوا کرتے ہیں۔ ایک معمولی لوگوں کیلئے اور ایک بڑے لوگوں کیلئے اگر دو قسم کے حکم ہوں تب تو ان الفاظ کی تکرار کی ضرورت تھی اور اگر ایک ہی حکم ہوتا ہے تو ان الفاظ کا دلآزاری کے سوا اور کیا مطلب ہے۔ گورنمنٹ کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی گئی ہے۔ یعنی ڈپٹی کمشنر صاحب کو تفصیلی حالات لکھ دیئے گئے مگر انہوں نے کوئی کارروائی نہیں کی حالانکہ اس واقعہ میں ہیڈکانسٹیبل کی بھی شرارت تھی کہ اس نے بِلاوجہ احمدیوں کو ملوّث کیا اور جھوٹی تار دے دی جو خود ایک جرم ہے اور مجسٹریٹ کی بھی غلطی تھی کہ اس نے جماعت احمدیہ کی ہتک کی اور مسجد سے لوگوں کو روکا جس کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ کئی ہائی کورٹ مساجد کے متعلق واضح فیصلہ کرچکی ہیں پھر ان کے خلاف حکم دینے کا مجسٹریٹ کو کہاں سے حق پیدا ہوگیا تھا مگر اسے بھی کوئی سرزنش نہیں ہوئی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس ہتک میں بعض اعلیٰ حکام کا ہاتھ تھا۔

وہ غیراحمدی جو جمعہ کیلئے اکٹھے ہوئے تھے' ان کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ یہ ہے کہ

جب انہوں نے کہا کہ ہم احراریوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے یہ لوگ محض شرارت کیلئے قادیان آئے ہیں تو مجسٹریٹ نے کہا میں تم کو اس مسجد میں جمعہ پڑھنے نہیں دوں گا کیونکہ اس سے فساد ہوتا ہے حالانکہ روکنا فساد والوں کو چاہیئے تھا- پھر جبکہ یہ لوگ قادیان کے ایک دوسرے سرے پر نماز پڑھ رہے تھے تو فساد کا احتمال کس طرح ہو سکتا تھا- جب ان غریبوں نے کہا کہ ہم احراریوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے اور اس مسجد میں نماز پڑھنے کی آپ اجازت نہیں دیتے تو ہم کہاں جمعہ ادا کریں تو مجسٹریٹ نے کہا کہ کھیتوں میں جاکر پڑھو- انہوں نے کہا کہ کھیت تو احمدیوں کے ہیں تو انہیں کہا گیا کہ جہاں چاہو پڑھو مگر اس مسجد میں مت پڑھو- حالانکہ وہ غریب آدمی ہیں وہ مسجد کے سوا اتنی جگہ کہاں سے لائیں مگر انہیں یہی کہا گیا کہ یا تو احراریوں کے ساتھ جمعہ ادا کرو یا کسی اور جگہ پڑھو بہرحال اس مسجد میں نہ پڑھو- اس کے بعد اس مسجد پر جمعہ کے دن پولیس کے آدمی متعین ہوتے کہ کسی کو جمعہ نہ پڑھنے دیں- ان واقعات سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ خود احراریوں کی مدد کر رہی ہے اور وہ دوسرے مسلمانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ بھی احراریوں کے پیچھے نماز پڑھیں کیونکہ قادیان کے وہ دوسرے مسلمان جو جمعہ کی قیمت سمجھتے ہیں جب جمعہ پڑھنے کیلئے مجبور ہوں گے تو سوائے اس کے ان کیلئے اور کوئی صورت نہ ہوگی کہ وہ احراریوں کی مسجد میں جائیں اور اس طرح ہمارے مخالفوں کا منشاء پورا ہو کہ لوگوں کے دل ہمارے خلاف باتیں سن سن کر ہماری دشمنی کے خیالات سے بھر جائیں- غرض اس واقعہ سے ثابت ہے کہ گورنمنٹ کے بعض افسر لوگوں کو مجبور کر کے احرار کے ساتھ لگانا چاہتے ہیں تاکہ وہاں سے اشتعال پکڑ کر وہ فساد کریں- اب یہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان افسروں کی تفتیش کرے اور اگر امن کی کوئی قیمت اس کے دل میں ہے تو انہیں سزا دے اور یہ بھی غور کرے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اس موقع پر کیوں خاموش ہیں اور کیوں ان کی نگرانی میں یہ حرکات ہو رہی ہیں-

نواں واقعہ بھی ایسا ہے کہ اس کا خیال کر کے حیرت آتی ہے اور حکومت کی خاموشی کو دیکھ کر یہی خیال کرنا پڑتا ہے کہ شاید اسے صحیح واقعات کی اطلاع نہیں دی گئی ورنہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قدر جھوٹ بولا جائے اور اس کی تردید نہ کی جائے- یہ تو ممکن ہے کہ کوئی خاص افسر سلسلہ کا مخالف ہو مگر یہ میں تسلیم نہیں کر سکتا کہ تمام اعلیٰ حکام اس مرض میں مبتلاء ہوں- بعض لوگ شُبہ کرتے ہیں کہ ایک اعلیٰ افسر کی سابق گورنر صاحب کے وقت

میں ایک معزز احمدی سے لڑائی ہوئی تھی اور وہ اس کا غصہ جماعت احمدیہ سے نکال رہے ہیں لیکن اگر یہ شبہ درست ہو تو ایک افسر تک محدود رہتا ہے۔ میں نہیں مان سکتا کہ اس قدر صریح جھوٹ میں بہت سے اعلیٰ حکام شامل ہوسکیں۔ خود ہِزایکسی لینسی گورنر سے ہمارے دوستانہ تعلقات رہے ہیں' جب وہ گورنمنٹ آف انڈیا میں تھے تو میری چائے کی دعوت پر تشریف لائے تھے' درد صاحب بھی ان سے اکثر ملتے رہے تھے اور خانصاحب فرزند علی صاحب کو بھی وہ ولایت میں نہایت محبت سے ملے تھے بلکہ انہوں نے ولایت میں خانصاحب کو اپنے گھر پر مدعو کیا تھا اور لنچ کھلایا اور چائے پلائی تھی۔ یہ تمام حالات ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم ایک اتنے بڑے افسر پر جنہیں ملک معظم نے صوبہ بھر کیلئے اپنا نمائندہ تجویز کیا' اعتماد کریں' دوسرے افسر بھی ایسے نہیں کہ ہمیں ان پر کوئی شبہ کی وجہ ہو۔ ان میں ہندو بھی ہیں اور سکھ بھی اور مسلمان بھی اور سب سے ہمارے ایسے تعلقات رہے ہیں کہ ہم کسی پر بھی شک کرنے کی وجہ نہیں پاتے۔ پس ہم سب پر الزام نہیں لگاسکتے اور نہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کوئی دشمن حکومت میں موجود نہیں تو اس قدر صریح ظلم کس طرح ہورہا ہے۔ پس ہمارے لئے یہی راستہ کھلا ہے کہ ہم کہیں کہ حکومت میں ہمارا کوئی دشمن ہے مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون ہے۔ ہاں چونکہ بعض ظلم گورنمنٹ کے نام پر کئے گئے ہیں' ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ گورنمنٹ نے ہم سے انصاف کا معاملہ نہیں کیا۔

یہ واقعہ جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے عجیب واقعہ ہے۔ ہم بالکل بے خبر بیٹھے تھے کہ ایک پنجاب پولیس کے اعلیٰ افسر قادیان آئے اور مجھ سے بھی ملنے آگئے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو میں مجھ سے ذکر کیا کہ رپورٹ ہوئی ہے کہ احمدیوں نے نیزے تیار کئے ہیں اور ایک نیزہ پولیس نے پکڑ کر بطور نمونہ بھجوایا بھی ہے۔ میں اس خبر کو سن کر حیران رہ گیا کیونکہ مجھے اس کی کوئی اطلاع نہ تھی اور میں نے ناظر صاحب کارِخاص سے جو اس وقت پاس تھے' اس کی حقیقت پوچھی۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ڈیرہ غازی خان کا طالب علم نجّاری کا کام یہاں سیکھتا ہے اس نے ایک لوہار دوست سے مل کر ایک کھڈسٹک یہاں بنوائی تھی جسے یہاں کی پولیس نے نیزہ قرار دے کر رپورٹ کردی کہ احمدی نیزے بنوارہے ہیں اور پھر اپنے طور پر یا اوپر کے حُکّام کے ایماء سے اس کھڈسٹک کو زبردستی چھین کر اوپر بھجوادیا کہ یہ ایک نمونہ ان نیزوں کا ہے۔ اس گفتگو کے چند دن بعد مَیں یہ خبر اخبارات میں پڑھ کر حیران رہ گیا کہ قادیان

سے نیزوں کی برآمد ہوئی ہے- یہ خبر ایسوی ایٹڈ پریس نے بذریعہ تار سب اخبارات کو ارسال کی تھی اور اس ایجنسی کو عموماً حکومت کی طرف سے خبریں مہیا کی جاتی ہیں- پس ہمیں اس بات پر یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ خبر حکومت ہی کے بعض افسروں کی طرف سے اسے ملی تھی- جس وقت مذکورہ بالا پولیس افسر نے اس کھڈ سٹک کا مجھ سے ذکر کیا تو مَیں نے اُن سے کہا تھا کہ آپ سب احمدی گھروں کی تلاشی لے کر دیکھ لیں کہ وہاں کس قدر اسلحہ ناجائز طور پر موجود ہے- انہوں نے کہا کہ ہم یوں تو تلاشی نہیں لے سکتے- لیکن میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ قانوناً تلاشی نہیں لے سکتے لیکن میں جب جماعت کی طرف سے آپ کو اجازت دیتا ہوں تو پھر تو قانون کی خلاف ورزی نہیں ہوتی مگر انہوں نے یہ جواب دیا کہ نہیں جب آپ کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے' تو آپ کی زبان سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے- اسی طرح ان خیالی نیزوں کے ذکر پر سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور سے مرزا شریف احمد صاحب نے جب کہا کہ نیزہ نکلا ہے تو آپ مقدمہ کیوں نہیں چلاتے- تو انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس کا لوہا مقررہ لمبائی سے چھوٹا ہے اس لئے وہ قانوناً نیزہ نہیں بلکہ کھڈ سٹک ہے مگر باوجود اس کے کہ ایک کھڈ سٹک ایک ایسے شخص کے پاس تھی جس کا پیشہ ہی ایسی اشیاء تیار کرنا ہے اور باوجود اس کے کہ اس کھڈ سٹک کا لوہا نیزہ کی تعریف میں نہیں آسکتا اور باوجود اس کے کہ وہ صرف ایک ہی نیزہ تھا اور باوجود اس کے کہ حکومت کو چیلنج کیا گیا کہ وہ مقدمہ چلائے اور اس نے مقدمہ نہیں چلایا اور باوجود اس کے کہ میں نے پولیس کو دعوت دی کہ وہ ہمارے گھروں کی تلاشیاں لے کر دیکھے کہ کیا نیزے ہمارے گھروں میں پوشیدہ ہیں اور انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کیا سب ہندوستان میں یہ خبر مشہور کردی گئی کہ قادیان سے نیزوں کی برآمد ہوئی ہے اور حکومت نے آج تک اس کی تردید نہیں کی-

ہر شخص جو واقعات سے آگاہ ہے' جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے کہ قادیان سے نیزہ پکڑا گیا اور یہ اور بھی جھوٹ ہے کہ قادیان سے نیزوں کی برآمد ہوئی- قادیان میں ایک شخص کے پاس ایک کھڈ سٹک تھی جو ظلماً اور تعدّی سے بِلاحق کے پولیس نے جبراً اس سے چھین لی اور پھر جھوٹ بول کر اس کا نام نیزہ رکھ دیا گیا اور اس کے بعد جھوٹ بول کر اس ایک کھڈ سٹک کو نیزے قرار دے دیا گیا- یہ اس قدر صریح جھوٹ اور سفید جھوٹ ہے کہ انسانی فطرت اس کا خیال کرکے بھی گِھن کھاتی ہے- اس طرح ایک امن پسند اور قانون کی پابندی کرنے والی

جماعت کو ذلیل کرنے کی کوشش کرکے حکومت کے نمائندوں نے ایک نہایت گندی مثال قائم کی ہے- ایک فساد کا دروازہ کھول دیا ہے- اگر حکومت ہی جھوٹ پر اتر آئے تو دوسرے لوگ جو اخلاق میں کمزور ہیں' کیوں اس گند میں مبتلاء نہ ہوں گے- پس ان افسروں نے حکومت کی وقعت کو کم کردیا ہے' اس کے نام پر دھبہ لگایا ہے اور اس کے اعتبار کو صدمہ پہنچایا ہے- بھلا بتاؤ کل کو کانگرس والوں کے خلاف حکومت نے اعلان کیا تو ہماری جماعت جو پہلے اس کے اعلانوں کو فوراً تسلیم کرلیا کرتی تھی اب کس نظر سے دیکھے گی- اب کیا ہماری جماعت کے لوگ ایسے اعلانوں کو دیکھ کر بے اختیار نہ کہہ اٹھا کریں گے کہ یہ بھی نیزوں جیسی خبر ہے- اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسوسی ایٹڈ پریس کی خبر گورنمنٹ کے کسی افسر کی طرف منسوب نہیں لیکن جبکہ مقامی اور بیرونی حکام سے ہم نے اس خبر کو اسی رنگ میں سنا ہے اور جبکہ گورنمنٹ نے اس کی تردید بھی نہیں کی' ہم مجبور ہیں کہ اس خبر کو گورنمنٹ کے حلقوں سے نکلی ہوئی سمجھیں لیکن میں حکومت کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر اس خبر میں صداقت ہے تو وہ ان آدمیوں کے نام شائع کرے جن کے پاس سے نیزے نکلے ہیں اور ان نیزوں کی تعداد شائع کرے اور پھر ہمیں اجازت دے کہ اس خبر کے شائع کرنے والے کے خلاف ہم عدالتی چارہ جوئی کریں- اگر اس کے نتیجہ میں حکومت کے نمائندوں کو فتح ہوگئی تو ہمارا جھوٹ ثابت ہوجائے گا ورنہ حکومت کو معلوم ہوجائے گا کہ اس کے بعض کل پرزے اس وقت نہایت خراب اور گندے ہوگئے ہیں اور اسے پرانی مشینری کی طرح کامل صفائی اور مرمت کی ضرورت ہے- اگر حکومت نے اس مطالبہ کو تسلیم نہ کیا تو وہ یاد رکھے کہ آئندہ اس کی بات پر اعتبار کرنا لوگوں کیلئے مشکل ہوگا اور جوں جوں یہ بات لوگوں میں پھیلے گی وہ حیران ہوں گے کہ حکومت نے اپنے افسروں سے اس قدر بڑا جھوٹ دیکھ کر کیونکر خاموشی اختیار کی جبکہ اس کے برخلاف اگر حکومت سچ کی تائید کرے تو اس کی بدنامی نہیں بلکہ نیک نامی ہوگی اور ذلت نہیں بلکہ عزت ہوگی اور اس کی باتوں کا اعتبار پھر سے قائم ہوجائے گا-

دسواں واقعہ پھر یہ عجیب بات ہے کہ ہم جو گورنمنٹ کی ہمیشہ سے اطاعت اور فرمانبرداری کرتے چلے آئے ہیں' ہمارے متعلق گورنمنٹ کے عجیب وغریب خیالات ہیں- گورنمنٹ پنجاب کے ایک ذمہ دار سیکرٹری نے سلسلہ کے ایک سیکرٹری سے کہا کہ آپ لوگ پیرالل گورنمنٹ (PARALLEL GOVERNMENT) یعنی متوازی حکومت قائم کررہے

ہیں- اور اس کا ثبوت یہ دیا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ اپنی جماعت کے مقدمات سنتے ہیں- ہمارے سیکرٹری نے کہا کہ اس میں کیا غضب ہوگیا گورنمنٹ تو آپ یہ اعلان کرتی رہتی ہے کہ لوگوں کو اپنے مقدمات آپ فیصلہ کرنے چاہئیں' عدالتوں میں نہ آنا چاہیئے- مگر یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو گورنمنٹ یہ کہتی ہے کہ اپنے مقدمات کا گھروں میں فیصلہ کرنا چاہیئے اور دوسری طرف وہ جماعت جو اپنے مقدمات کا اپنے گھروں میں فیصلہ کرتی ہے' اس کے متعلق کہتی ہے کہ وہ پیرالل گورنمنٹ قائم کررہی ہے- یا تو گورنمنٹ یہ نہ کہتی کہ اپنے گھروں میں مقدمات کا فیصلہ کیا کرو- یا پھر اس کی اجازت کے ماتحت گھروں میں جھگڑوں کا تصفیہ کرنے والوں پر یہ الزام نہیں لگانا چاہیئے- اگر یہ کہا جائے کہ ہم قابلِ دست اندازی پولیس والے فوجداری مقدمات سنتے ہیں تو یہ صریح غلط اور خلافِ واقعہ ہے- ہاں ہم یہ مشورہ ضرور دیتے ہیں کہ ہر جھگڑے کے متعلق سلسلہ کے کارکنوں سے مشورہ کرلو جو پولیس کے دائرہ میں آتے ہیں' ان کو پولیس میں لے جانے کی وہ ہدایت کریں گے اور جن مقدمات کا گھر میں فیصلہ کرلینے کی قانون اجازت دیتا ہے' ان کا وہ گھر میں فیصلہ کردیں گے- اور یہ جُرم ہم ہی نہیں کرتے' سب اس جُرم کے مرتکب ہیں حتّٰی کہ بڑے سے بڑے انگریز افسر بھی اس سے بچے ہوئے نہیں- بچے گھروں میں بِلا پوچھے چیز اٹھالیتے ہیں لفظاً یہ چوری ہے' نوکر کوئی چھوٹی موٹی چیز اٹھالیتا ہے یہ بھی چوری ہے' مگر کوئی انگریز افسر بھی ایسا ہے جو یہ کہے کہ وہ اس پر پولیس کے ذریعہ کارروائی کرواتا ہے- عام طور پر ایسے واقعات میں لوگ نوکروں کو جرمانہ کردیتے ہیں اور بچوں کے ذرا کان کھینچ کر چھوڑ دیتے ہیں- اسی قسم کے مقدمات اور وہ بھی چوری کے نہیں بلکہ بچوں وغیرہ کی عام مارپیٹ کے مقدمات ہماری جماعت میں بھی سن لئے جاتے ہیں- پھر نہ معلوم اس کا نام متوازی حکومت کس طرح رکھا گیا اور کس محاورہ کے مطابق رکھا گیا- اگر یہ الزام ہم پر درست ہے تو ہر انگریز جس کا لڑکا بغیر پوچھے چاکلیٹ کھاگیا ہو یا ہر انگریز جس کے باورچی نے اس کی اجازت کے بغیر ایک انڈے کا استعمال کرلیا ہو اور اس نے اسے پولیس میں نہ بھیجا ہو' متوازی حکومت قائم کرنے والا قرار پائے گا اور اس نئی اصطلاح کے ماتحت ہر گھر میں ہی ایک متوازی حکومت کا پتہ چل جائے گا- اور شاید نیزوں والی خبر کے اصول پر ایسوسی ایٹڈ پریس کو یہ تار دینے کا حق حاصل ہوجائے کہ ہندوستان میں ایک گہری سازش کا انکشاف ہوا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اندر ہی اندر ہزاروں،حکومت کو الٹنے والی

سازشیں ہو رہی ہیں اور متوازی حکومتیں قائم ہو رہی ہیں- مگر کیا یہ درست ہو گا پھر باامن شہریوں پر ایسے الزام لگانے سے یقیناً حکومت مضبوط نہیں ہو سکتی بلکہ کمزور ہوتی ہے اور لوگوں کا حکومت پر سے اعتبار اُٹھتا ہے-

دوسرا ثبوت اُن صاحب نے ہماری متوازی حکومت کا یہ دیا کہ تم مقدمات کے تصفیہ کیلئے لوگوں کو بلاتے وقت سمن جاری کرتے ہو اور مدعی اور مدعاعلیہ کے الفاظ لکھتے ہو حالانکہ سمن کے معنی بلانے کے ہیں اور مدعی اور مدعاعلیہ ہماری عربی زبان کے الفاظ ہیں جو مسلمانوں ہی سے لئے گئے ہیں ہماری شریعت میں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں- پھر کیا اب ہماری اپنی شریعت کے الفاظ استعمال کرنے سے بھی ہمیں روکا جائے گا- کوئی غور کرکے بتائے کہ مدعی اور مدعاعلیہ کے الفاظ لکھنے سے ہم متوازی حکومت قائم کرنے والے کس طرح بن گئے؟ جو سمن جاری کرنے کا الزام ہم پر لگایا گیا ہے- اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو یہ لفظ ہی ہمارے ہاں استعمال نہیں ہوتا- صرف غلطی سے چند کاغذات میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے ورنہ ہماری قضاء کے محکمہ میں ہرگز یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا- ہمارے ہاں طریق یہ ہے کہ سادہ چٹھی لکھی جاتی ہے اور جسے بلانا ہو اسے بلالیا جاتا ہے- خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب انگریزی نوکری کرتے ہوئے آئے ہیں انہوں نے بعض مواقع پر غالباً سمن کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن وہ محکمہ قضاء میں نہیں بلکہ امورعامہ میں کام کرتے ہیں- جس طرح کہتے ہیں کہ کوئی شخص نیا نیا مسلمان ہوا تھا جب لوگ کسی بات پر خوش ہوتے تو وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے مگر وہ رام رام کہنا شروع کردیتا- اس سے جب پوچھا گیا کہ رام رام کیوں کہتے ہو تم تو مسلمان ہو- تو اس نے کہا اللہ اللہ گھُستے ہی گھُسے گا او رام رام نکلتے ہی نکلے گا- خانصاحب نے ساری عمر انگریزی نوکری کی انہوں نے اگر سمن کا لفظ استعمال کرلیا تو یہ کوئی الزام کی بات نہیں تھی- خصوصاً جبکہ سمن کے معنے بلانے کے ہوتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے ہاں سمن کا لفظ نہیں ہوتا- پھر مدعی اور مدعاعلیہ کے الفاظ ہماری اپنی زبان کے ہیں اگر ہم اپنی بولی نہ بولیں تو اور کیا کریں- پس ہمارا جرم صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنی زبان کے چند الفاظ استعمال کئے- اس میں شبہ نہیں کہ ہم لوگوں کے مقدمات سنتے ہیں مگر ان کی مرضی سے' کوئی مار کر انہیں اپنی جماعت میں شامل نہیں کرتا- پس جب وہ اپنی مرضی سے ہمارے سامنے مقدمات پیش کرتے ہیں اور ایسے مقدمات جن کے پرائیویٹ تصفیہ کی حکومت نے اجازت دے رکھی ہے تو ان کا

تصفیہ متوازی حکومت کس طرح کہلا سکتا ہے۔ آئندہ کیلئے حکومت یہ فیصلہ کردے کہ دیوانی مقدمات میں بھی سمجھوتے کرانے ناجائز ہیں اور معمولی چھیڑ چھاڑ اور معمولی مارپیٹ کے واقعات بھی ضرور گورنمنٹ کی عدالت میں لانے چاہئیں تو اس کے بعد ایک کیس بھی ہم سن جائیں تو وہ متوازی حکومت کا الزام ہم پر لگا سکتی ہے لیکن جب ایک طرف وہ مقدمات سننے کی اجازت دیتی ہے تو پھر دوسری طرف اس کا یہ الزام لگانا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اور لوگوں کو یہ الزام لگانے کا موقع ملتا ہے کہ حکومت اپنے اعلانات میں سچ سے کام نہیں لیتی۔

گیارھواں واقعہ یہ ہے کہ کہا گیا ۱۹۳۳ء میں دریائے بیاس پر احمدیہ کور کے بعض نوجوان ٹریننگ کیلئے گئے اور انہوں نے وہاں پر رائفل شوٹنگ کیا اور یہ بات اتنے وثوق سے بیان کی گئی کہ جماعت احمدیہ کے ایک سیکرٹری سے حکومت پنجاب کے ایک ذمہ دار افسر نے اس کا ذکر جماعت کے متعلق شبہ کے طور پر کیا حالانکہ یہ بالکل جھوٹی رپورٹ اور بے بنیاد بات تھی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ قادیان کے کسی کانسٹیبل نے یہ رپورٹ کی حالانکہ قادیان کے کانسٹیبل کا بیاس کے اس علاقہ سے جہاں ہمارے لوگ سیر کو جاتے ہیں کوئی تعلق نہیں وہاں کا تھانہ الگ ہے جو سری گوبند پورہ ہے۔ اگر دریائے بیاس کے اس مقام پر رائفل شوٹنگ ہو تو تھانہ اتنا نزدیک ہے کہ وہاں اس کی آواز بھی پہنچ سکتی ہے' اس کے علاوہ پولیس کے آدمی گشت بھی لگاتے رہتے ہیں لیکن وہاں کی پولیس کو تو کچھ پتہ نہ لگا اور یہاں کی پولیس کے کانسٹیبل نے جھٹ رپورٹ کردی۔ اس پر پولیس کے اعلیٰ افسروں نے مقامی سب انسپکٹر کے ذریعہ تحقیقات کرائی اور سب پر تحقیقات کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ رپورٹ بالکل جھوٹی تھی اور وہ اس امر کو تسلیم کرگئے مگر گورنمنٹ کے ذمہ دار افسر ڈیڑھ دو سال کے بعد سلسلہ کے ایک ذمہ دار افسر سے شکایت کرتے ہیں کہ تمہاری طرف سے دریائے بیاس پر رائفل شوٹنگ کیا گیا گو ایک اور اعلیٰ سرکاری افسر نے چوہدری ظفراللہ خان صاحب سے کہا کہ اس واقعہ کی تردید ہوچکی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ درمیانی افسروں نے یہ کیوں کہا' اگر تردید ہوچکی تھی تو انہوں نے تردید کے باوجود اسے کیوں دہرایا اور اگر انہیں علم نہ تھا تو اس کا علم انہیں کیوں نہ دیا گیا' پھر اس سپاہی کو کیوں سزا نہ دی گئی جس نے بِلاوجہ ہماری جماعت پر یہ بہتان باندھا مگر اتنا بڑا اتہام سننے کے باوجود گورنمنٹ کے افسر اسے پچکار کر چلے گئے۔

بارہواں واقعہ یہ ہے کہ جلسہ احرار کے موقع پر ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع گورداسپور ہرچو وال اُترے ہوئے تھے- وہاں انہوں نے جماعت کے چند افراد کو بلوایا اور گفتگو میں جب میرا ذکر کرتے تو دی مرزا دی مرزا (THE MIRZA) کہہ کر ذکر کرتے- اس پر ہماری جماعت کے ایک سیکرٹری نے چند بار سُننے کے بعد ان سے کہا کہ صاحب آپ ہندوستانی ہیں اگر آپ انگریز ہوتے تو آپ کو معذور سمجھا جاسکتا تھا- آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان کو اپنا امام اور خلیفہ مانتے ہیں اور آپ کے ان کو صرف مرزا کہنے سے بڑا دکھ محسوس کرتے ہیں- خانصاحب فرزندعلی صاحب' میاں شریف احمد صاحب اور سید محموداللہ شاہ صاحب حلفیہ بیان دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اس کے جواب میں کہا- میں اس کے متعلق آپ لوگوں کو کچھ زیادہ نہیں کہہ سکتا آپ نے جو کچھ کہنا ہے کمشنر صاحب سے کہیں- جس کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہ ہوسکتا تھا کہ کمشنر صاحب نے انہیں اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہماری اور ہمارے سلسلہ کی ہتک کریں- ڈپٹی کمشنر صاحب کے متعلق ایک اور موقع پر بھی دیکھا گیا ہے کہ جب وہ ہماری جماعت کے ذمہ دار افسروں سے ملنا چاہتے تو کہتے میں نے فرزندعلی سے ملنا ہے' شریف احمد سے ملنا ہے اخلاق کا برتاؤ کسی قانون کے ماتحت نہیں ہوتا- کون سا قانون ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم ڈپٹی کمشنر کو مسٹر کہا کریں- ہمارے ہندوستانی ہمیشہ بات کرتے وقت صاحب یا جناب کہنے کے عادی ہیں- پس اگر ان احساسات کو مدنظر نہ رکھا گیا اور یہ کھیل کھیلنی شروع کردی گئی تو ہماری جماعت سے بھی وہ توقع نہیں رکھ سکیں گے کہ ہم آداب کے ساتھ ان کا نام لیا کریں- اس صورت میں بالکل ممکن ہے کہ ہم اگر کوئی مرہٹہ ہو تو اس کو کہہ دیں او مرہٹے اور پنڈت ہو تو او پنڈت یا لالہ ہو تو او لالے کہہ دیں- پس اگر وہ ہمارے جذبات کے ساتھ کھیل سکتے ہیں تو ہم بھی انہیں پنڈت اور لالہ کہہ سکتے ہیں لیکن یہ کھیل اگر کھیلا گیا تو بڑا گندہ کھیل ہوگا اور اخلاق سے سخت گری ہوئی بات ہوگی اور اس کے نتائج ایسے خطرناک نکلیں گے کہ نہ صرف لوگوں کے اخلاق بگڑیں گے بلکہ گورنمنٹ کا نظام بھی اس سے خراب ہوگا-

تیرھواں واقعہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک احمدی کانسٹبل متعین ہوا مگر چند ہی دنوں بعد اسے یہاں سے بدل دیا گیا- احراریوں کے ہم مذہب کانسٹبل یہاں ڈیڑھ ڈیڑھ سال سے کام کررہے ہیں مگر انہیں تبدیل نہیں کیا جاتا- اول تو قادیان ہماری جماعت کا مرکز ہے اور چونکہ

اس میں ہماری جماعت کی کثرت ہے اور ہماری وجہ سے ہی قادیان کو ترقی حاصل ہو رہی ہے اس لئے ہم یہ مطالبہ کرسکتے تھے کہ جیسے ننکانہ صاحب میں سکھوں سے وعدہ کرلیا گیا ہے کہ وہاں ہمیشہ ایک سکھ تھانیدار رہا کرے گا اسی طرح ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے۔ ہمیں ننکانہ صاحب میں مستقل طور پر سکھ تھانیدار کے مقرر ہونے پر کوئی رنج نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں چشمِ ماروشن دلِ ماشاد لیکن جس طرح ننکانہ صاحب سکھوں کا ایک مقدس مقام ہے' اسی طرح ہمارا بھی یہ مقدس مقام ہے اور جس طرح وہاں کثرت سے سکھوں کی جائدادیں ہیں' اسی طرح یہاں بھی ہماری جماعت کی کثرت سے جائدادیں ہیں غرض وہ ساری باتیں جو ننکانہ صاحب میں سکھوں کو حاصل ہیں' وہ احمدی افراد کو قادیان میں حاصل ہیں۔ پس یہاں کم ازکم پولیس کا ایک حصہ مستقل طور پر احمدی ہونا چاہیئے تھا مگر لطیفہ یہ ہے کہ ایک کانسٹبل آیا اور اسے بھی فوراً تبدیل کردیا گیا جو صاف بتاتا ہے کہ احمدیہ جماعت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔

چودھواں واقعہ یہ ہے کہ اسی جلسہ احرار کے موقع پر ایک تھانیدار نے رپورٹ کی کہ احمدی اپنا لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ ہم نے اپنی جماعت کو حکام کی خواہش پر ہدایت کردی تھی کہ احرار کو جاکر لٹریچر نہ دیا جائے۔ پھر اس کے بعد یہ خیال کرتے ہوئے کہ چونکہ محلّوں میں سے احراری گزرتے ہیں اس لئے اگر انہیں لٹریچر دیا گیا تو ممکن ہے کہ اس سے بھی کوئی فتنہ کا دروازہ کھل جائے اس لئے محلّوں میں بھی لٹریچر تقسیم کرنا منع کردیا گیا تھا۔ مگر احراریوں کے دوستوں نے چونکہ فتنہ کھڑا کرنا تھا اس لئے انہوں نے شکایت کی کہ احمدیہ لٹریچر تقسیم کیا گیا ہے اور اس کے ثبوت میں یہ بیان کیا گیا کہ ایک باوردی تھانیدار کو لٹریچر دیا گیا ہے۔ اگر اسے درست بھی تسلیم کرلیا جائے تو تھانیدار کو لٹریچر دینے سے احراریوں میں جوش کس طرح پھیل سکتا تھا جب تک کہ وہ خود درپردہ احراری نہ ہو۔ میں ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ گورنمنٹ پنجاب کا بھی یہ منشاء ہو کہ ہم لٹریچر تقسیم نہ کریں کیونکہ ہم ایک تبلیغی جماعت ہیں اور ہمیں تبلیغی لٹریچر کی تقسیم سے کسی صورت میں نہیں روکا جاسکتا لیکن جب ان کی طرف سے کہا گیا کہ لٹریچر تقسیم کیا گیا ہے تو ہمارے آدمیوں نے کہا کہ ان لوگوں کو پیش کیجئے جن کو لٹریچر دیا گیا ہے۔ اور جب اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس نے لٹریچر دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ مجھے سید احمد نور صاحب کابلی نے لٹریچر دیا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ خود مدعی نبوت ہیں اور معذور اور بیمار آدمی ہیں۔ پس ان کا کام ہماری طرف کس طرح منسوب کیا جاسکتا ہے۔ پھر ممکن

ہے' ان کا نام بھی یونہی لے لیا گیا ہو اور جسے لٹریچر قرار دیا گیا ہے وہ ان کی کسی دوائی کے ساتھ کوئی اشتہار ہو۔ مگر بہرحال جب سلسلہ کے کارکنوں نے تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ یہاں کے چوکیداروں کا جو دفعدار ہے (اور گو وہ احمدی کہلاتا ہے مگر اس کی کئی شکایتیں پہنچی ہیں کہ وہ جماعت کے خلاف حرکات کرتا رہتا ہے۔ اس معاملہ میں ابھی کامل تحقیق نہیں کی گئی مگر اس کے خلاف شکایات ضرور ہیں۔) اس نے کسی دکاندار سے جاکر لٹریچر مانگا کہ پولیس والے مانگتے ہیں اور اس نے آگے اس تھانیدار کو وہ لٹریچر دیا اور اس کا نام فساد کرنا رکھا گیا اور کہا گیا کہ اس سے احرار کیمپ میں فتنہ واقع ہوجائے گا۔ اس صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تھانیدار احراری تھا اور فساد پر آمادہ۔

پندرھواں واقعہ یہ ہے کہ ہم نے متواتر اعلان کیا تھا کہ احرار کے جلسہ میں کوئی احمدی نہ جائے۔ اتفاقاً ایک احمدی ننگل کو جارہا تھا' ننگل کو راستہ احراریوں کے جلسہ گاہ کے ساتھ ہی جاتا ہے' انہوں نے جونہی ایک احمدی کو جاتے دیکھا اسے فوراً پکڑ کر پولیس کے پاس لے آئے۔ سید محمود اللہ شاہ صاحب جو اس وقت ڈیوٹی پر مامور تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے جونہی اس کو دیکھا میرے دل نے گواہی دی کہ یہ احمدی ضرور ہے۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ننگل کا باشندہ ہوں۔ پھر میں نے تھانیدار سے پوچھا ننگل کا راستہ کہاں سے جاتا ہے۔ تو اس نے بے اختیار کہا کہ احراری کیمپ کے عین اوپر سے۔ اس پر میں نے بالا افسر کو توجہ دلائی کہ دیکھو یہ شخص اپنے گھر جارہا تھا اور خواہ مخواہ اس پر فتنہ کا الزام لگایا گیا اور یہ امر ان کی سمجھ میں آگیا۔ غرض ادھر تو اتنی شدت برتی جاتی تھی کہ کوئی احمدی اپنے گھر جاتا ہوا بھی احراری کیمپ کے پاس سے نہ گذرے اور ادھر یہ کوشش کی جارہی تھی کہ کسی طرح بعض احمدیوں کو وہاں بھجوایا جائے۔ میں نے اسی خیال سے یہ حکم دے دیا تھا کہ کوئی احمدی اس جلسہ میں گیا تو میں اس کو جماعت سے خارج کردوں گا۔ میں جانتا تھا کہ یہ ایسا جُرم نہیں جس سے کسی شخص کو جماعت سے خارج کیا جاتا مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ اس موقع پر وہی شخص جائے گا جو منافق ہوگا اور اس کی غرض جماعت کو بدنام کرنا ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعض مشتبہ آدمیوں کی نسبت رپورٹ آئی کہ وہ احراری کیمپ کی طرف گئے تھے۔ جب مجھے ان کی اطلاع دی گئی تو میں نے ذمہ دار افسروں کو کہا کہ گو جماعت سے نکالنا میرے اختیار میں ہے لیکن جب میں آپ کو اس بارہ میں

اختیار دے چکا ہوں تو اپنے اختیار کو آپ برتیں- اس پر ذمہ دار کارکن جماعت نے انہیں جماعت سے خارج کردیا اس پر ان میں سے ایک شخص کے متعلق ایک مجسٹریٹ نے شکایت کی کہ میں نے اس شخص کو سرکاری کام پر بھیجا تھا لیکن اسے جماعت سے نکال دیا گیا ہے- اس پر جو افسر بالا افسروں کے ساتھ مقرر تھے انہوں نے احتجاج کیا کہ ایک طرف آپ لوگ اس سختی سے ہمیں روکتے ہیں کہ احمدی وہاں نہ جائیں دوسری طرف آپ کے ماتحت احمدیوں کو بِلا ہم سے پوچھے اُدھر بھجواتے ہیں- کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ اس طرح ہمیں بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے- غرض اس واقعہ نے بھی بتادیا کہ ہمیں اس موقع پر بدنام کرنے کی پوری کوشش کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا-

سولھواں واقعہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے ایک شخص نے گذشتہ دنوں ایک ٹریکٹ لکھا تھا اس کے الفاظ سخت تھے اور گو اس کے مقابلہ میں بیسیوں مثالیں اس امر کی نظر آتی ہیں کہ احمدیوں کو گندی سے گندی گالیاں دی گئیں اور ٹریکٹ اور اشتہاروں میں گالیوں کو شائع کیا گیا مگر ہم نے اس ٹریکٹ کو فوراً ضبط کرلیا اور اس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا حالانکہ دوسرے مسلمانوں نے آج تک اپنے کسی آدمی کے متعلق ایسا نہیں کیا- اس کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے اس احمدی پر مقدمہ چلایا گیا اور اسے سزا دی گئی لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق سخت سے سخت الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور گندی سے گندی گالیاں دی جاتی ہیں مگر کوئی توجہ نہیں کی جاتی اور اگر توجہ کی بھی جائے تو معمولی وارننگ کردی جاتی ہے- پس سوال یہ ہے کہ قانون دو کیوں ہیں ہمارے متعلق گند اچھالا جائے تو محض وارننگ کی جاتی ہے لیکن اگر ہمارا آدمی کوئی سخت لفظ لکھ دے تو اس پر مقدمہ کھڑا کیاجاتا ہے اور گو سیشن نے اس کی سزا کو جرمانہ میں تبدیل کردیا- مگر بہرحال پہلی عدالت نے اس کو قید کی سزا دی یہ سولہ مثالیں ہیں جو میں نے پیش کی ہیں- ان سے پتہ چلتا ہے کہ

(۱) ایک عرصہ سے جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش حکومت کے بعض افسران کی طرف سے کی جارہی ہے-

(۲) یہ کوشش چند ماہ سے بہت بڑھ گئی ہے-

(۳) ہمارے خلاف جو شکایات کی جاتی ہیں جب وہ جھوٹی ثابت ہوجاتی ہیں تو پھر بھی بعض اعلیٰ

افسروں تک انہیں دہراتے رہتے ہیں۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ اصل غرض ہمیں بدنام کرنا ہے نہ کہ حقیقت معلوم کرنا۔

(۴) جماعت کے کارکنوں اور جماعت کو حتّٰی کہ خود امام جماعت احمدیہ کو بِلاوجہ پریشان کیا جاتا ہے اور ان کا وقت ضائع کیا جاتا ہے۔

(۵) ہمارے خلاف شرارت کرنے والے سرکاری ملازموں کے متعلق اول تحقیق ہی نہیں کی جاتی اگر تحقیق کی جاتی ہے تو پھر ان کے جھوٹے ثابت ہو جانے پر بھی ان کو سزا نہیں دی جاتی جس سے شرارتیوں کی جرأت بڑھتی ہے۔

(۶) ذمہ دار سرکاری افسر جماعت کے کارکنوں اور امام جماعت احمدیہ کی ہتک کرتے ہیں اور پھر اس پر ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بیشک جاکر بالا افسروں سے کہہ دو۔

(۷) پہلے ہم سے تعاون کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور جب ہم حکام کی بات تسلیم کر لیتے ہیں تو دوسرے افسر ہمارے اس فعل کی تخفیف کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے پر جھوٹ کا الزام لگا دیتے ہیں۔

(۸) سرکاری محکموں میں اگر احمدی ہوں تو ان کے کاموں کو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

پس ان امور سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت پنجاب میں بعض ایسے افسر موجود ہیں جن کی غرض سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جماعت کو کمزور اور بدنام کیا جائے۔ اب میں جماعت کے سامنے یہ مثالیں رکھ کر کہتا ہوں کہ کیا ان واقعات کے ہوتے ہوئے وہ امید کر سکتے ہیں کہ ہمارے کارکن جماعت کے کاموں کو اسی سرگرمی سے کر سکتے ہیں جس سرگرمی سے انہیں کام کرنے چاہئیں۔ میں نے یہ تفصیل اس لئے بتائی ہے کہ شاید بعض لوگوں کے دل میں خیال گزرتا ہو کہ حکومت سے ایک غلطی ہوئی ہے اسے جانے دینا چاہیئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ڈیڑھ سال سے ایسے واقعات متواتر ہو رہے ہیں اور میں نے اوپر صرف چند مثالیں بیان کی ہیں ورنہ اور بہت سے واقعات اوپر کے نتائج کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ ایک لمبا سلسلہ ہے جو جماعت پر مصائب و مشکلات کے رنگ میں گذر رہا ہے۔ پس ان حالات کے ماتحت میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ان افسروں کو ڈانٹے جنہوں نے یہ کام کیا اور ان سے دریافت کرے کہ انہوں نے کیوں ایسا کیا۔ اگر سلسلہ کے مفاد کو نقصان پہنچنے

کا احتمال نہ ہوتا تو میں یقیناً ان معاملات کو دبادیتا لیکن سلسلہ کی عزت کی حفاظت کیلئے میں اپنی بے آرامی کی پرواہ نہیں کرتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ان امور کا انسداد نہ کیا گیا تو سلسلہ کی تحقیراور تذلیل بڑھتی چلی جائے گی۔ پس میرا فرض ہے کہ میں آج آپ لوگوں کو کھول کر بتادوں کہ اب آپ کے امتحان کا وقت آپہنچا ہے' اب آپ کی قربانیوں کا جائزہ لینے کا وقت آگیا ہے' آخر جو گالیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو روزانہ دی جاتی ہیں کیا وہ گورنمنٹ کو معلوم نہیں۔ پھر کیوں گورنمنٹ ہماری زبان بندی کرتی ہے اورہمارے دشمن کو کھلے چھوڑ رہی ہے۔ ہمارے دشمن کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے علماء کو اور حضرت مسیحؑ کو گالیاں دی ہیں اور وہ اس کا بدلہ لے رہے ہیں اور مَیں نے سنا ہے کہ حکومت بھی اس وہم میں مبتلاء ہے کہ احمدیوں نے ابتداء کی ہے لیکن یہ جھوٹ اور صریح جھوٹ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں بیشک بعض لفظ موجود ہیں جنہیں سخت کہا جاتا ہے لیکن وہ جواباً لکھے گئے ہیں۔ پہلے عیسائیوں' آریوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف نہایت سخت اور دلوں کا خون کردینے والے کلمات استعمال کئے تب بار بار سمجھانے کے بعد جب وہ باز نہ آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تنبیھًا چند الفاظ استعمال کئے تا انہیں ہوش آئے۔ اسی طرح علماء نے جب حد سے زیادہ ناپاک گالیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیں اور باوجود شرافت کی طرف بلائے جانے کے ادھر نہ آئے تو آپ نے ان کی اصل تصویر نہایت نرم الفاظ میں ان کے سامنے رکھی۔ اب اگر بغیر حقیقت پر غور کرنے کے گورنمنٹ نے ان تحریروں کو موجودہ شورش کا موجب قرار دیا تو ہمیں بھی وہ تحریریں شائع کرنی پڑیں گی جو ان کا موجب ہوئیں اور اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کی ذمہ دار حکومت ہوگی نہ کہ ہم۔

پس ہم حکومت کو بتادینا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت نے ان گالیوں کا سدِّباب نہ کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں تو ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسی تدابیر اختیار کریں گے جو ہمیں اس شر سے محفوظ کردیں لیکن وہ تدابیر یقیناً حکومت کی مشکلات میں اضافہ کردیں گی۔ ہمیں جو محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے حکومت اس کا اندازہ نہیں کرسکتی' نہ وہ ان خدمات کی قدر کرسکتی ہے جو آپ نے قیامِ دین کیلئے کیں کیونکہ اس کا جن لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ بے نفسی کے معنی نہیں جانتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس امر پر زور دیا کہ ہرمذہب کے لوگوں کو صرف اپنے

مذہب کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں اور حکومت کو بھی اس قسم کا قانون بنانے کی تحریک کی لیکن بار بار توجہ دلانے کے باوجود نہ پبلک نے اس تحریک کو قبول کیا اور نہ حکومت نے۔ آج ان علماء اور ان کی تائید میں حکومت کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گالیاں دی ہیں' بار بار توجہ دلانے پر پہلے کیوں ہوش نہ آیا تھا۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گالیاں نہیں دیں' انہی کے بھیجے ہوئے بعض تحفے واپس کئے ہیں۔ باقی تحفوں کا ڈھیر ہمارے پاس پڑا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو ان کی بھی نمائش کردی جائے گی اور اس وقت حکومت کو بھی اور "زمیندار" وغیرہ کی قسم کے لوگوں کو بھی علم ہوگا کہ ظلم کس نے کیا ہے۔ اور یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گالیاں نہیں دیں بلکہ مولویوں اور پادریوں کی گالیوں کا ایک نہایت حقیر حصہ واپس کیا ہے ورنہ جو گالیاں پادریوں اور ان کے ہم نوا مولویوں نے دی تھیں' ان میں سے بعض تو شریف آدمی دُہرا بھی نہیں سکتا۔ اب اگر گورنمنٹ یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہے تو بخوشی دیکھ لے' اس میں بھی ہمارا نقصان نہیں مگر گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے دلوں میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ہے وہ ہرگز اس سے کم نہیں جو عیسائیوں کے دلوں میں حضرت مسیح ناصری ؑ کی ہے اور وہ قربانیاں جو مسیح ناصری کیلئے عیسائی کرسکتے ہیں' ویسی ہی قربانیاں بلکہ اس سے بڑھ کر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے کرنے کو تیار ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے کابل میں اس کا نمونہ دکھادیا اور ہم میں سے جو شخص ذرّہ بھر بھی ایمان اپنے اندر رکھتا ہو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے اپنی جان قربان کرنے کیلئے ہروقت تیار ہے۔ گورنمنٹ کو کیا معلوم کہ ہماری محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ گو آپ کو فوت ہوئے پچّیس سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے لیکن آج بھی ہمارے دل اس واقعہ کی یاد میں خون کے آنسو بہا رہے ہیں اور ہم آج تک اپنے آپ کو یتیم محسوس کرتے ہیں۔ میں بیشک ان کا لڑکا ہوں مگر میں اکیلا اپنے باپ کا لڑکا نہیں' ہر بچہ ماں باپ رکھتا ہے مگر خدا شاہد ہے کہ گو اب میری عمر پینتالیس سال سے تجاوز کرچکی ہے اور میرے بچے پچّیس پچّیس سال کے ہوچکے ہیں لیکن اب تک وقتاً فوقتاً ایسی حالت ہوتی رہتی ہے کہ دل اس جُدائی کو یاد کرکے بے تاب ہوجاتا ہے۔ یہ دنیا ہمیں گھر معلوم نہیں ہوتی بلکہ گھر وہی معلوم ہوتا ہے جس میں ہمارا وہ پیارا رہتا ہے۔ اگر اس ذمہ داری کا احساس جو مجھ پر ڈالی گئی ہے نہ ہو تو یہ غم مجھے بالکل کچل دے مگر یہ خیال

کہ ہم انہی کا کام کررہے ہیں' دل کو ڈھارس دیتا ہے- ورنہ دل بعض وقت اس قدر بے چین ہوجاتا ہے کہ ایک منٹ کی جدائی کی بھی تاب نہیں رہتی-

پس گورنمنٹ سمجھ ہی نہیں سکتی کہ ہمارے دل میں کیا جذباتِ امتنان ہیں اس شخص کے متعلق جس نے ہمارے سامنے اسلام کی صحیح تعلیم رکھی' جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ہمارے سامنے روشن کیا' جس نے ہمارا زندہ خدا ہمیں دکھایا اور وہ پردہ جو ہم میں اور ہمارے معشوق میں حائل تھا اس کو چاک کرکے ہمیں اس سے ملادیا- اگر گورنمنٹ کو ہمارے دلوں کا حال معلوم ہوتا' اگر گورنمنٹ کو ان جذبات کا پتہ لگتا تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کبھی ایسی بات نہ کہتی مگر افسوس کہ اس نے کبھی ہمارے دلوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی- یہاں قادیان میں ہی احراریوں کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے کہا گیا کہ احمدی جماعت رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتی ہے- یہ کیسی اشتعال دلانے والی بات ہے- ہم تو وہ ہیں کہ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی عزت کی حفاظت کیلئے ساری دنیا سے لڑائی مول لی مگر ہمیں ہی یہ کہا جاتا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی ہتک کرنے والے ہیں- وہ خود تو محمد مصطفیٰ ﷺ کو مدینہ منورہ میں مدفون قرار دیتے اور مسیح کو آسمان پر زندہ سمجھتے ہیں' وہ خود تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ محمد ﷺ نے ایک چڑیا بھی پیدا نہ کی مگر مسیح ناصری نے بہت سے جانور پیدا کئے' وہ خود تو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مردہ بھی زندہ نہیں کیا لیکن مسیح ناصری نے بہت سے مُردے زندہ کئے اور اس طرح وہ رسول کریم ﷺ کی ہتک کرتے اور مسیح ناصری کو فوقیت دیتے ہیں لیکن الزام الٹا ہم پر لگاتے ہیں- ہمارا تو دعویٰ ہے کہ ؎

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

پس اس طرح ہمارے دل دُکھائے جاتے اور ہمارے قلوب کو مجروح کیا جاتا ہے مگر گورنمنٹ انہیں صرف وارننگ کرنے پر ہی اکتفا کرتی ہے اور سوائے اس ایک موقع کے کہ زمیندار سے اس نے اب ضمانت لی ہے اور کسی موقع پر گورنمنٹ نے ہماری تکلیف کی طرف توجہ نہیں کی اور اس ضمانت کا بھی اثر ہم نہیں سمجھ سکتے کیا ہوگا کیونکہ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ چند دنوں بعد خاموشی سے ضمانت واپس کردی جاتی ہے- یہ ایک ہاتھ سے لینا اور

دوسرے سے دے دینا "زمیندار" جیسی قسم کے لوگوں کے اخلاق کی ہرگز اصلاح نہیں کرتا۔
اب میں اپنے خطبہ کو ختم کرتے ہوئے جماعت سے کہتا ہوں کہ اب ہمارا ایک جھگڑا تو احرار سے ہے' انہوں نے ہمیں چیلنج دیا ہے اور گو ہم ظاہری طور پر کمزور ہیں مگر ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کسی چیلنج کو ہم قبول کرنے سے انکار نہ کریں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ثابت کردیں کہ ہمارے رب کے سپاہی بزدل نہیں ہوتے اور میں امید کرتا ہوں کہ جب میں اس سکیم کو بیان کروں گا جو ان فتن کو دور کرنے کے متعلق ہوگی تو اس وقت ہماری جماعت کا ہر فرد اپنے ذرائع کے مطابق لبیک کہتا ہوا آگے بڑھے گا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یہ فتنہ کوئی اہم چیز نہیں اس سے بڑے بڑے فتنے ہماری جماعت کیلئے مقدر ہیں مگر وہ جو چھوٹے فتنہ کیلئے قربانی کرنے پر تیار نہ ہو' اس سے امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی بڑے فتنہ کے وقت قربانی کرسکے گا۔ خدا بیشک عالم الغیب ہے اور وہ ہماری نیتوں سے آگاہ ہے مگر دنیا پر رُعب صرف اسی صورت میں پڑسکتا ہے جب ہم اپنی قربانیوں سے اپنا زندہ ہونا ثابت کردیں۔ پس اس فتنہ کے استیصال کیلئے جو تجاویز بتائی جائیں گی' میں امید کرتا ہوں کہ جماعت ان پر عمل کرے گی اور گورنمنٹ کے معاملہ میں محبت پیار اور ادب کا سلوک قائم رکھے گی۔ مجھے یقین ہے جیسا کہ اس خطبہ میں مَیں نے بیان کیا ہے کہ بعض چھوٹے افسروں کی یہ کارروائی ہے۔ مجھے نہ تو ہزایکسی لینسی گورنر پر شبہ ہے اور نہ ہی مسلمان' ہندو اور سکھ نمائندوں پر کیونکہ یہ اتنی گری ہوئی بات ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا ایک ہندو یا سکھ بھی ہم سے اس معاملہ میں ہمدردی نہ کرے۔ پس مجھے اب تک یقین ہے کہ گورنمنٹ سے مراد گورنمنٹ نہیں بلکہ اس کے صرف چند افسر ہیں۔ اگر ہمیں ان کی طرف سے حق مل گیا تو ہم اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہہ کر اس معاملہ کو چھوڑ دیں گے اور اگر یہ ہمارے حقوق ہمیں نہ دیں گے تو پھر ہم اپیل کریں گے کہ اپنے میں سے ایک انگریز یا مسلمان افسر جو احرار سے تعلق نہ رکھتا ہو' مقرر کیا جائے اور اس کے سامنے ان تمام واقعات کو رکھا جائے۔ اگر اس طریق کو منظور نہ کیا گیا تو پھر گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس اپیل کی جائے گی اور پھر ہوم گورنمنٹ کے پاس اور پھر انگلستان اور ایمپائر کی پبلک کے پاس۔ اگر کہیں توجہ نہ ہوئی تو پھر میں وہ طریق اختیار کروں گا جو خدا تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے لیکن ان تمام حالات میں ہم قانون کے پابند رہیں گے اور کسی صورت میں بھی گورنمنٹ کے ادب اور احترام کو اپنے ہاتھ سے نہیں دیں گے۔ اگر کوئی سرکاری افسر ہمارا ادب نہیں

کرتا تو اس کے مقابلہ میں اگر ہماری جماعت بھی اس کا ادب نہ کرے تو وہ معذور سمجھی جائے گی مگر قانون کو کسی صورت میں بھی توڑا نہیں جاسکتا۔

اگلے ہفتہ میں اِنْشَاءَ اللّٰہُ احرار کے متعلق جماعت کے سامنے وہ تجاویز پیش کروں گا جو میں نے سوچ رکھی ہیں۔ اس ہفتہ مَیں صرف باہر کی جماعتوں کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ باہر کے لوگوں میں سے بہت کم ہیں جو قادیان کے حالات سے واقف ہوں۔ اسی طرح عورتیں سمجھتی ہوں کہ انہیں شاید اس تحریک میں شامل نہ ہونا ہوگا اس لئے میں یہ بھی بتادینا چاہتا ہوں کہ اس میں عورتوں کو بھی شامل ہونا پڑے گا اور اس قربانی کا نہ صرف مردوں سے بلکہ عورتوں سے بھی تقاضا کیا جائے گا۔ مجھے اول تو امید ہے کہ ہمیں سیاسیات میں پڑنے سے حکومت بچالے گی لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو چونکہ ہماری انجمنیں مذہبی ہیں اور ان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جن کیلئے اس معاملہ میں دخل دینا جائز نہیں ہوسکتا اس لئے اگر بامرِ مجبوری ہمیں سیاسی اقدام کرنا پڑا تو اس کیلئے الگ انجمنیں بنانی پڑیں گی جو موجودہ مذہبی انجمنوں سے بالکل الگ ہوں گی اور ان میں وہی لوگ ممبر ہوسکیں گے جو قانونی طور پر ممبر ہوسکتے ہیں۔ میں اس امر کے آثار دیکھتا ہوں کہ حکومت کو جلد وفادار جماعتوں کی امداد کی پھر ضرورت پیش آئے گی۔ میں یہ کسی الہام کی بناء پر نہیں کہتا بلکہ زمانہ کے حالات کو دیکھ کر عقل کی بناء پر کہتا ہوں۔ میں نے کانگرس کی تحریک کو خوب غور سے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب کانگرس ایک ایسی سکیم تیار کررہی ہے جس سے گو بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ میدان سے ہٹ گئی مگر عنقریب وہ گورنمنٹ کو ایسی مشکلات میں ڈال دے گی جس کیلئے پھر اسے وفاداروں کی ضرورت محسوس ہوگی اور ہم پھر اپنے جھگڑے کو ایک طرف رکھ کر اس کی مدد کیلئے تیار ہوجائیں گے۔ مگر حکومت نے ہمیں سبق دے دیا ہے کہ اس سے سودا کئے بغیر تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہم خود بھی آئندہ حکومت سے سودا کریں گے اور دوسروں کو بھی سودا کرنے کا سبق پڑھائیں گے سوائے اس صورت کے کہ حکومت ہم پر جو ظلم ہوا ہے اسے دور کرے تب ہمارے تعلقات پہلے کی طرح ہوجائیں گے لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری مدد سودا کرنے کے بعد ہوگی اور ہم اپنی خدمات کا معاوضہ طلب کریں گے اور اس جھگڑے کے خاتمہ پر پھر اپنی ہتک کا سوال گورنمنٹ کے سامنے رکھیں گے اور اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہماری ہتک کا ازالہ کرے۔ اور یہ جھگڑا اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ گورنمنٹ

سے ہم اپنا حق لے لیں۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَيْهِ التُّكْلَانُ وَ هُوَ غَالِبٌ عَلٰى كُلِّ حُكُوْمَةٍ وَ جَمَاعَةٍ وَ طَاقَةٍ وَ نَاصِرُ لِحِزْ بِهٖ وَ نَاصِرُ اَنْبِيَائِهٖ فَالْغَلَبَةُ لَنَا وَلَا عَلَيْنَا فَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَهُوَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ وَ خَيْرُالنَّاصِرِيْنَ۔

(الفضل ۱۱۔نومبر ۱۹۳۴ء)

۱؎ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فریدالدین عطار صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ ۱۹۹۰ء لاہور

۲؎ بخاری کتاب الطلاق باب اللّعان و من طلّق بعد اللّعان

۳؎ بخاری ابواب المظالم والقصاص باب اثم من خاصم فی باطل و هو یعلمه